حضرتِ ابوسُفیان

اور

اُن کی اہلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ

محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

(سورۃ الحدید رکوع اوّل)

یعنی "اور ہر ایک کو وعدہ دیا ہے اللہ نے اچھا"

حضرت ابوسفیان اور ان کی اہلیہ رضی اللہ عنہما

رسالہ ہذا میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب اور ان کی اہلیہ ہند رضی اللہ عنہا بنت عتبہ کے سوانح مختصراً ذکر کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی بعض شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ
محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

دار الکتاب
کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور

ضابطہ

نام کتاب : حضرت ابوسفیان

مصنف : حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم

ناشر : دارالکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

طابع : زاہد بشیر

اشاعت : اگست 2005ء

قیمت :

قانونی مشیر

مہر عطاء الرحمن، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، لاہور

باہتمام

حافظ محمد ندیم

فون: 7241866، 0300-4356144

فہرست

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ

عنوانات

تذکرہ حضرت ہند بنت عتبہ (اہلیہ ابی سفیانؓ)

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

باسمہ تعالیٰ

وکلا وعد االله الحسنیٰ (سورہ الحدید، رکوع اول)

یعنی اور ہر ایک کو وعدہ دیا ہے اللہ نے اچھا

جدید اصلاح و ترمیم شدہ

حضرت ابو سفیان اور

ان کی اہلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رسالہ ہذا میں حضرت ابو سفیان صخر بن حرب اور ان کی اہلیہ ہند بنت عتبہ کے سوانح مختصرا ذکر کیے گئے ہیں۔

نیز اشاعت ہذا میں سابقہ کتابچہ کی بہت اصلاح و ترمیم کر دی ہے اور مزید بر آں اس کے آخر میں جناب ابو سفیان کے بڑے فرزند یزید بن ابی سفیان اور ان کی دختر ام المومنین ام حبیبہ ہر دو کے تذکرے اضافہ کر دیے گئے ہیں۔ اب کتابچہ ہذا چار (۴) حضرات کے سوانح پر مشتمل ہے اور اس میں ان کے دینی و ملی خدمات اور اسلامی کارناموں کو واضح کیا گیا ہے۔

تالیف (مولانا) محمد نافع عفا اللہ عنہ

بمقام و ڈاک خانہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ

(پنجاب پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از علامہ مولانا خالد محمود صاحب زید مجدھم

دیو سماج روڈ، سنت نگر، لاہور

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد!

بہار نبوت کے جو پھول آخر میں کھلے ان میں حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز ہے۔ ویسے تو بنو عبد مناف کی دونوں شاخیں بنو امیہ اور بنو ہاشم ایک دوسرے کے اقربا تھے لیکن ان دونوں خاندانوں میں جو مزید رشتہ داریاں قائم ہوئیں۔ وہ اور زیادہ عزیز داری کو شامل ہوتی چلی گئیں حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے سسر تھے۔ آپ کی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ ان کی دوسری بیٹی حضرت میمونہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوش دامن تھیں۔ ظاہر ہے کہ خاندان نبوت کے ان قریبی رشتوں کے باعث عصبیت کی وہ زہریلی ہوا، جس کا تذکرہ بعد کے مورخین نے کیا ہے، ان کے صحن زندگی میں خود

شاید ہی کبھی چلی ہو۔ نظریاتی اور واقعاتی اختلافات اپنی جگہ لیکن انہیں قبائلی عصبیت کی چنگاریاں قرار دے کر اپنی تاریخ سے کھیلنا ایک سطحی رائے ہے۔ ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں مزید تحقیق جاری رہے اور عقیدت کے کناروں میں ٹھہرا چشمہ زلال کہیں گدلا نہ ہونے پائے۔

آنحضرت ﷺ جہاں الٰہی امانت کے امین اور آسمانی رشد و عصمت کے در ثمین تھے' وہاں حیات انسانی کے نہایت بلند پایہ جوہر شناس اور انسانی قدروں کو پہچاننے اور ان کے اثرات کو بھانپنے میں نہایت عمیق النظر اور حساس تھے۔ صحابہ کی عظیم جماعت کے ہوتے ہوئے بھی آپ کی نگاہیں احد العمرین (حضرت عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام) کی منتظر تھیں..... آخر کیوں؟ نظر رسالت کی باریک بینی کہئے یا اسے رب العزت کی حکمت تکوینی سے تعبیر کیجئے کہ جذب محمدی نے ان جواہر گراں مایہ کو ایک ایک کر کے کھینچا اور جو لوگ اپنی جاہلیت میں بڑے سمجھے گئے تھے' ان کی انسانی قدروں نے جب اسلام کی جلا پائی تو اسلامی معاشرے نے بھی عزت کا تاج انہی کے سروں پر رکھا۔ آنحضرت ﷺ کی اس مردم شناسی کا اشارہ اس حدیث میں بھی ملتا ہے:

> عن ابی هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الناس معادن كمعادن الذهب و الفضة خيارهم فى الجاهلية خيارهم فى الاسلام اذا فقهوا (رواه مسلم)[1]

آنحضرت ﷺ کی عربوں کے قومی مزاج' ان کے روایتی مفاخر' ان کے جوہر مناصب اور عالمی عائلی اثرات پر گہری نظر تھی۔ آپ کے مختلف نکاحوں نے

---

[1] (مشکوۃ المصابیح' ص ۳۲' مطبوعہ دھلی' ۱۸۸۹ء)

جس طرح مختلف خاندانوں کو ایک امت میں جوڑ دیا' تاریخ نفسیات اسے خراج تحسین ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حضرت خالد بن ولید جیسے عظیم جرنیل اسلام میں اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ خوب جانتے تھے کہ کون کون سا فرد کس کس کام میں کس کس درجے تک کامیاب رہ سکتا ہے۔

اسی جوہر شناسی کا اثر تھا کہ آپ نے تقسیم مناصب اور امت کو ذمہ داریاں سپرد کرنے میں قدیم الاسلام اور حدیث الاسلام کا فاصلہ کہیں دخیل نہ ہونے دیا۔ یہ تو بتایا کہ اللہ کے ہاں جو فضیلت پہلوں کو ہے' وہ پچھلوں کو نہیں۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قتل اولئک اعظم درجہ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا (سورہ حدید' آیت ۱۰)
لیکن نظم امور میں نظر ذاتی جوہر اور فطری استعداد پر رکھی اور آپ نے اس کے مطابق سلطنت اسلامی کا ربط انتظامی کیا۔ جو کل اسلام لائے' انہیں آج بڑی بڑی ذمہ داریاں سونپ دیں اور اس میں قطعاً اور عملاً کوئی بات قابل اعتراض نہ تھی۔

بیشتر اشراف مکہ بالکل آخری دور میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن حضور ان میں سے ایک ایک کو اس کی سوچ اور محنت کی استعداد سے پہچانتے تھے۔ قدیم الاسلام صحابہ بھی ان تمام تقاضوں کو جانتے تھے اور انہوں نے اس پہلو سے سیرت نبوی پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی تھی۔ سب سراپا اطاعت تھے۔ تقسیم غنائم میں بھی حضور کی ان پر فرداً فرداً نظر ہوتی تھی اور اس کے مطابق اس میں کمی بیشی فرماتے تھے۔ سوائے منافقین کے کوئی اس کو غیر مساوی تقسیم اور غیر عادلانہ نظام نہ کہہ سکتا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اپنے عہد خلافت میں یزید بن ابی سفیان ؓ کو شام کے

ایک حصے کا والی بنایا اور حضرت عمرؓ کے دور میں یزید کی وفات ہوئی تو آپ (حضرت عمرؓ) نے ان (یزید بن ابی سفیان) کی جگہ ان کے دوسرے بھائی حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو شام کا والی بنایا۔ حضرت عمر حضرت ابو سفیان کے ہم قبیلہ نہ تھے' نہ اس میں کسی قسم کی اقربانوازی کا کوئی پہلو تھا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس باب میں بھی حضرت عمرؓ کی نظر سیرت رسالت پر تھی۔ جن لوگوں کو حضور نے آگے کیا تھا' آپ بھی انہی لوگوں کو آگے کرنا چاہتے تھے۔ آپ چونکہ بنو امیہ میں سے نہ تھے' اس لیے منافقین آپ پر اقربا نوازی کا الزام نہ لگا سکے۔ حضرت عمر نے جب حضرت معاویہ کو ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کی جگہ مقرر کیا تو حضرت ابو سفیان نے نہایت واضح الفاظ میں اس کی صراحت کر دی تھی۔

آپ نے ایک بھائی کے بعد اس کے دوسرے بھائی کو اس عہدے پر لگا کر صلہ رحمی کا ایک عمل کیا ہے"۔ (البدایہ' ص۱۱۸) حضرت عمرؓ نے اس پر سکوت فرمایا اور یہ صحیح ہے کہ آپ کے اس عمل پر کسی شخص کو انگلی اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت ابو سفیان کی اس عظیم شخصیت اور تاریخی عبقریت کے پیش نظر ضروری تھا کہ آپ کا تذکرہ ایک مستقل کتاب کی صورت میں طلبہ کے سامنے آئے تاکہ ان کے ذہنوں کو' جو عصبیت کے سائے میں ان مبارک عزیزداریوں کو بھی' جو اس خاندان کی بنوہاشم کے ساتھ تھیں' نظرانداز کر دیتے ہیں' کچھ تسکین اور شفا میسر آ سکے۔

موضوع بہت اہم تھا۔ اس بات کا مواد تاریخ کے اوراق میں بہت بکھرا ہوا تھا۔ ان مباحث کے پہلو اور زاویے بھی بہت تھے اور مورخین کے بیانات میں کئی کئی امور میں تضادات بھی تھے۔ ایسے موضوع پر قلم اٹھانا اور تحقیق کی راہ سے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے کنارے پر نکل آنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن یہ اللہ

رب العزت کی عطا ہے' جسے چاہے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ولقد جاء فی المثل السائر کم ترک الاول للاخر یہ سعادت اللہ رب العزت نے مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم کے نامہ لکھی تھی' جو اس ورطہ مباحث میں دور تک چلے گئے اور الحمدللہ کامیاب ہو کر ساحل مراد پر اترے۔

اللہ رب العزت ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان محسنین اسلام کی قدر شناسی کی توفیق عطا فرمائے جو اپنی محنتوں سے اسلام کے چراغ روشن کر کے اب جنت میں خیمے لگا چکے ہیں۔ احقر ان چند سطور کے ذریعہ حضرت مولانا محمد نافع کو اس دینی' علمی اور تاریخی محنت میں ہدیہ تبریک پیش کرنے پر خوشی محسوس کرتا ہے۔

والسلام

احقر خالد محمود عفی اللہ عنہ

یکم فروری ۱۹۸۳ء

رائے گرامی

از حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب دامت برکاتہم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہم (نفع اللہ المسلمین بعلومہ) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ فضلاء قدیم دارالعلوم دیوبند میں سے ہیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو علم، فہم اور قلم کی نعمتوں سے نوازا ہے اور سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ تحریرات میں اعتدال ہے، تقویٰ ہے اور اتباع اسلاف۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس راہ پر قائم رکھے۔ آپ کے دو نئے رسائل کے مطالعہ کا موقع ملا، جن کا موضوع "حضرت ابو سفیان اور ان کی اہلیہ" محترمہ حضرت ہند ہیں رضی اللہ عنہما۔ آپ نے ان رسائل میں ہر دو حضرات کی فضیلتیں جمع فرما دی ہیں، جن کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے فیض صحبت مبارکہ کی تاثیرات کتنی عظیم تھیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ کیا تھے اور اسلام لانے کے بعد ان میں کیا انقلاب آیا۔ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کا معجزہ بھی ہے اور ان زوجین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظیم ترین خوش نصیبی اور فضیلت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم سب صحابہ کرام کی تعظیم ہی کرتے رہیں، ان

سے محبت رکھیں اور آخرت میں ان کے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محشور ہوں۔ (آمین)

ربنا اغفرلنا و لا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم O

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب
جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ
۲۹ جنوری شنبہ ۱۹۸۳ء

ضروری گزارش:

سابقاً کتابچہ "حضرت ابو سفیانؓ اور ان کی اہلیہؓ" کے نام سے طبع کیا گیا اور وہ بحمد اللہ ناظرین کے لیے سود مند ثابت ہوا اور اہل علم حضرات نے بھی اس کی قدر دانی فرمائی۔ اب اس کی اشاعت ثانیہ میں کتابچہ مذکور میں کافی اصلاح اور ترمیم کی گئی ہے اور بعض ضروری حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

مزید بر آں اس موقعہ پر یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ اس کے ساتھ بطور تتمہ و تکملہ کے حضرت ابو سفیانؓ کے لائق اور نامور فرزند جناب یزید بن ابی سفیانؓ کا مختصر تذکرہ شامل کیا جائے اور ساتھ ہی جناب ابو سفیانؓ کی خوش نصیب صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر بھی درج کیا جائے۔

فلہذا حضرت ابو سفیانؓ بن حرب کی اولاد میں سے ان دونوں حضرات کے مختصر احوال ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ اس خاندان کی اسلام میں اہمیت و افادیت واضح ہو سکے اور ان کی اسلامی خدمات اور ملی کارناموں سے ناظرین کرام مطلع ہو سکیں۔

اور اب اس کتابچہ میں چہار حضرات (ابو سفیان' ھند بنت عتبہ' یزید بن ابی سفیان' ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) کا تذکرہ آ گیا ہے۔

سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ

الحمد لله و كفى والصلوه والسلام على سيد الورى امام الرسل و خاتم الانبياء و على اله الشرفاء واصحابه النجباء واتباعه الصلحاء ذوى الدرجات العلى صلوة دائمة بدوام السماء والدنياء

۔ حمد و صلوۃ کے بعد ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ بڑے ابتلاء اور فتنہ و فساد کا دور ہے۔ دین و ایمان کی حفاظت مشکل ہو رہی ہے۔ ہوائے نفس غالب آ رہی ہے۔ اس پر فتن ایام میں دین پر قائم رہنا سہل کام نہیں رہا۔

اس دور کے دیگر مفاسد کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں طعن و تشنیع و بدگوئی و عیب جوئی کا جو سیلاب آگیا ہے' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس شر عظیم سے محفوظ فرمائے۔

اندریں حالات حضرات صحابہ کرامؓ کے مقام کو بیان کرنا' ان کے کردار کو واضح کرنا اور ان کی اسلامی خدمات کو اہل اسلام کے سامنے پیش کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

اسی سلسلہ میں سردار دو عالم ﷺ کے مشہور صحابہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ (ہند بنت عتبہ) رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات تحریر کیے جاتے

ہیں۔ صحابہ پر طعن کرنے والے لوگوں نے ان دونوں حضرات پر بھی کئی قسم کے اعتراض اور نقد قائم کیے ہیں۔

کتابچہ ہذا کے ذریعہ اسلام میں ان کا مقام معلوم ہوگا اور مطاعن کا جواب ہوسکے گا۔ تاہم آخر میں ازالہ شبہات اور حل عبارات کے عنوانات سے مستقل طور پر بھی بعض اعتراضات کا جواب پیش کر دیا ہے۔ منصف طبائع کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ باعث اطمینان ہوگا۔

نیز ان کے سوانح میں عموماً اسلام لانے کے بعد کے واقعات کو اخذ کیا گیا ہے۔ قبل از اسلام کے حالات کو زیادہ تر درج نہیں کیا۔ پہلے چند تمہیدات درج کی جاتی ہیں، ان کے بعد اصل مضمون پیش خدمت ہے۔

تمہیدی امور:

سید کونین ﷺ کی مقدس جماعت جن کو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ بعد از انبیاء علیہم السلام بہترین جماعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان لوگوں کی بڑی توصیف و توثیق فرمائی ہے اور متعدد مقامات میں ان کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

○ "سردار دو عالم ﷺ کا شرف مصاحبت ان کو نصیب تھا، جو ایک نعمت کبریٰ ہے، جس کی نظیر نہیں ملتی۔ دور اول کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان شان الصحبہ لا یعدلہ شئی[۱] (یعنی شان صحبت پیغمبرؑ کے برابر کوئی چیز نہیں ہے"۔

۱۔ الاصابہ، خطبہ الکتاب الفصل الثالث، ج اول، ص ۲۱)

۲۔ الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی، ص ۲۱۲، تحت الخاتمہ فی بیان اعتقاد اھل السنہ)

○ ان حضراتؓ کے حق میں اپنے پیغمبر کریم ﷺ کی معیت میں "احیائے اسلام" اور "اشاعت دین" کے لیے غزوات میں شامل ہونا ایک نہایت "برکت عظیمہ" ہے۔

○ ان حضراتؓ نے اپنا مال و جان صرف کر کے عظیم فتوحات اسلامیہ حاصل کیں، جو بعد میں آنے والے اہل اسلام کے لیے فروغ دین کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

○ سردار دو عالم ﷺ کی جناب اقدس سے حسب المراتب اور حسب المواقع ان حضراتؓ کو مختلف "مناصب" عطا ہوئے جو بذات خود ایک بہت بڑا اعزاز اور فضیلت ہے۔

مندرجہ بالا تمام چیزیں اس جماعت کی "بلندی مقام" اور "رفعت منزلت" کو بیان کرتی ہیں۔ اس کے بعد ان حضراتؓ کے دینی کمالات میں کسی ہوش مند و منصف طبع انسان کے لیے جائے کلام باقی نہیں رہتی اور انؓ کے تزکیہ نفس کے متعلق کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

اب ذیل میں قرآن مجید کی مختصراً چند آیات کریمہ نقل کی جاتی ہیں، جن سے تمام صحابہ کرامؓ کا اہل جنت میں سے ہونا علماء نے نقل فرمایا ہے اور ان حضراتؓ کے حق میں یقیناً "جنتی" ہونے کی بشارت ثابت کی ہے۔

پارہ نمبر ۲۷ سورہ الحدید کے رکوع اول کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ومالكم ان لا تنفقوا فی سبيل الله ولله ميراث السموٰت والارض لا يستوی منكم من انفق من قبل الفتح وقٰتل اولئك اعظم درجة من الذين

انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى
والله بما تعملون خبير ○

ترجمہ: "یعنی کیا ہے تمہارے لیے کہ تم نہیں خرچ کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں حالانکہ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فتح (مکہ) کے بعد والے لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ بہ اعتبار درجہ کے ان لوگوں کے مقابلہ میں بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ کیا اور جنگ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے " حسنی " یعنی (جنت) کا وعدہ سب سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال سے باخبر ہیں جو تم کرتے ہو"۔

دوسری آیت میں، جو پارہ نمبر ۱۷، سورۂ "الانبیاء" کے آخری رکوع میں وارد ہے، مالک کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اولئك
عنها مبعدون ○ (پارہ نمبر ۱۷، رکوع آخر)

ترجمہ: "یعنی بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ ہماری جانب سے پہلے ہو چکا ہے، وہ دوزخ سے دور رہیں گے۔

ان ہر دو آیات کے مضمون کو ملانے اور مفہوم کو مرتبط کرنے سے یہ چیز ثابت ہوئی کہ تمام صحابہ کرامؓ چاہے فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ہوں یا فتح مکہ کے بعد میں ایمان لائے ہوں، یہ سب بے شک اہل جنت میں سے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں داخل نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ پہلی آیت مذکورہ میں لفظ منکم کا مصداق اور مخاطب یہی حضراتؓ ہیں اور ان تمام حضرات کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں کے حق میں حسنیٰ (جنت) سابقاً ثابت

ہو چکی' وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ لہٰذا یہ مخاطبین تمام کے تمام حسب وعدہ الٰہی جنت کے مستحق ہیں اور دوزخ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا وعدہ سچا ہے (ان وعد الله حق) وہ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ ان الله لا یخلف المیعاد۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے "جنتی" ہونے کے اس مضمون کو مندرجہ ذیل مقامات میں اکابر علماء نے درج کیا ہے۔ بعینہٖ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

وقال ابو محمد بن حزم الصحابه کلهم من اهل الجنه قطعا قال الله تعالی (لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجه من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا و کلا وعد الله الحسنی)

و قال تعالی (ان الذین سبقت لهم منا الحسنی اولئك عنها مبعدون)

فثبت ان الجمیع من اهل الجنه وانه لا یدخل احد منهم النار لانهم المخاطبون بالایه السابقه[له]"

جو شخص بھی کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے ساتھ یقین رکھتا ہے' مندرجات بالا کے ملاحظہ کرنے کے بعد اس کے لیے سردار دو عالم ﷺ کے تمام صحابہؓ کے

له (۱- الاصابہ لابن حجر' ص۱۹' جلد اول' خطبہ الکتاب) الفصل الثالث' فی بیان حال الصحابہ' من العدالہ)

(۲- عقیدہ السفارینی لوائح الانوار البھیہ' شرح الدرہ المضیہ للشیخ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی' ص۳۷۲' جلد ثانی' طبع اول مصری)

ساتھ صحیح عقیدت رکھنا لازم ہے۔

اور ان حضرات کے حق میں "سوئے ظنی" اور "بدگمانی" سے احتراز کرنا اور "غلط نظریات" سے اجتناب کرنا واجب ہے اور ان پر نقد و تنقید اور طعن و تشنیع سے اعراض کرنا ضروری ہے۔

اس مقدس جماعت کے ساتھ حسن ظن رکھنے سے مسلمان کا دین اور ایمان محفوظ رہتا ہے اور بد ظنی کرنے سے دین ضائع ہوتا ہے اور عاقبت خراب ہوتی ہے۔ اس بنا پر مومن کے لیے اپنے دین کی حفاظت اور عاقبت کی سلامتی کی فکر کرنی لازم ہے اور ان حضرات کی اتباع کر کے اپنی عملی زندگی کو درست کرنا واجب ہے۔

ان معروضات کے بعد مشہور صحابی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے سوانح پیش کیے جاتے ہیں۔ پھر ان کی اہلیہ حضرت ہندؓ بنت عتبہ کے احوال ذکر کیے جائیں گے۔ (بعونہ تعالیٰ)

نام ونسب ورشتہ داری

نبی اقدس ﷺ کے مشاہیر صحابہ میں سے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا اسم گرامی صخر بن حرب ابن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) ہے۔ ان کی مشہور کنیت ابوسفیان ہے اور ابوحنظلہ غیر مشہور کنیت ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے والد ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مبارک قبیلہ کے ساتھ چہارم پشت یعنی عبد مناف میں جا کرنسب مل جاتا ہے۔

رشتہ اول:

خاندان نبوت سے حضرت ابوسفیانؓ کی قرابت داری کا اندازہ اس رشتے سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ کی لڑکی رملہ' جو کہ ام حبیبہؓ کی کنیت سے معروف تھیں' حضور اکرم ﷺ کی زوجیت میں تھیں اور انہیں ام المومنین ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے۔ ام حبیبہؓ کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاصؓ ہے جو حضرت عثمانؓ کی پھوپھی ہیں۔ جناب ام حبیبہؓ کا یہاں اختصاراً ذکر کیا ہے۔ آخر کتابچہ میں ذرا وضاحت سے ذکر ہو گا۔

حضرت ام حبیبہ (بنت ابی سفیانؓ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم الاسلام تھیں اور انہوں نے اپنے سابق زوج (عبیداللہ بن جحش) کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ عبیداللہ بن جحش وہاں جا کر اسلام سے منحرف ہو کر نصرانی ہو گیا تھا اور وہیں

حبشہ میں اس کی موت واقع ہوئی۔

اس کے بعد حبشہ کے نجاشی بادشاہ نے ام حبیبہ کا نکاح نبی اقدس ﷺ سے کر دیا تھا۔ ان کا حضور ﷺ کے ساتھ یہ نکاح سن ٦ھ یا ٧ھ میں ہوا تھا۔ ابو سفیان تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی باوقار اور شریف خاتون تھیں۔ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت رکھتی تھیں۔ اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں مذکور ہے کہ ان کے والد ابو سفیان غیر مسلم ہونے کے دور میں ایک بار مدینہ شریف پہنچے۔ اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے مکان میں ملاقات کے لیے داخل ہوئے اور نبی اقدس ﷺ کے لیے بچھے ہوئے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ فوراً اٹھیں اور بستر نبوی ﷺ کو لپیٹ دیا اور کہا کہ آپ اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے، یہ پیغمبر کا بستر ہے۔ آپ شرک پر ہیں تو ابو سفیان نے کہا کہ ہمارے پاس سے آنے کے بعد تجھے شر لاحق ہو گیا ہے۔[1] (یعنی تیرا مزاج بگڑ گیا ہے)

مدت العمر خدمت گزاری کی سعادت ان کو حاصل رہی اور شرف زوجیت انہیں نصیب رہا۔ نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بہت مدت بعد یعنی سن چوالیس ہجری (۴۴ھ) میں ان کا انتقال مدینہ میں ہوا اور باقی ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(رضی اللہ تعالی عنہا وعن جمیع امہات المومنین) ⁄ ٨

......وتزوج النبی ﷺ ابنتہ ام حبیبہ قبل ان یسلم و کانت اسلمت قدیما و ھاجرت مع

---

[1] (۱- الاصابہ، ص۲۹۹، ج رابع، تحت رملہ بنت ابی سفیان)

(۲- طبقات ابن سعد، ص۷۰، ج۸، جلد ثامن، تحت رملہ بنت ابی سفیان،

زوجھا الی الحبشه فمات ھناک[1]
و کان تزویج رسول اللہ ﷺ ایاھا سنه ست و
قال غیره سنه سبع و توفیت ام حبیبه سنه اربع و
اربعین[2]

رشتہ دیگر:

خاندان نبویؐ کے ساتھ حضرت ابو سفیان کی دوسری رشتہ داری کچھ اس طرح تھی کہ میمونہ (بنت حضرت ابو سفیان) کی دختر لیلیٰ (بنت ابی مرة بن عروة بن مسعود ثقفی" سیدنا حضرت امام حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں جن کے بطن سے علی اکبرؓ پیدا ہوئے اور میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔

اس رشتہ داری کی شہادت سنی اور شیعہ مورخین نے برابر دی ہے۔ اہل علم کی آگاہی کے لیے سنی اور شیعہ مورخین کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

سنی مورخین

قتل معه علی بن الحسین بن علی امه لیلی
بنت ابی مره بن عروه بن مسعود الثقفی بن عامر
بی معتب الثقفی و امها میمونه بنت ابی

---

[1] (۱- الاصابہ فی تمیز الصحابہ، لابن حجر، ص ۱۷۲، جلد ثانی، معہ الاستیعاب، تحت عمرو بن حرب
(۲- الاصابہ، ص ۲۹۸ تا ۲۹۹، جلد رابع، تحت رملہ بنت ابو سفیان)

[2] (شرح مسلم لابی و السنوسی، ص ۳۴۲، ج ۶، جلد سادس، تحت فضائل ابی سفیان بن حرب)

سفیان بن حرب بن اُمیّہ۔[۱]

شیعہ مورخین

(۱) وعلی بن الحسین وھو علی الاکبر ولا عقب لہ ویکنی ابا الحسن وامہ لیلی بنت ابی مرہ بن مسعود الثقفی وامہا میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ وتکنی ام شیبہ وامہا بنت ابی العاص بن امیہ وھو اول من قتل فی الواقعہ۔[۲]

چوں والدہ مخدرہ لیلی بنت میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب است کہ خواہر معاویہ باشد پس مخدرہ لیلی از پدر منسوب بود بہ بنی ثقیف واز مادر بہ بنی امیہ۔[۳]

(منتخب التواریخ، از محمد ہاشم خراسانی، باب پنجم، مقصد سوم، امر چہارم، ص ۲۷۱، مطبوعہ جدید، تہران)

۳۔ شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب منتہی۔الامال، جلد اول، فصل دوازدہم، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج کے ذکر میں، عبارت ذیل یہ رشتہ ذکر کیا ہے:

---

[۱] (۱۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص ۲۲۵، الجزء الاول تحت سنہ احدی و ستین)

(۲۔ نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۲۶، تحت ولد ابی سفیان بن حرب)

[۲] (مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصفہانی، المتوفی ۳۵۶ھ، ص ۵۴، الجزء الاول، طبع بیروت، تحت ذکر الحسین بن علیؓ)

[۳] منتخب التواریخ میں محمد ہاشم خراسانی نے رشتہ ہذا کو باب پنجم مقصد سوم، امر چہارم کے تحت ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ:

"و دیگر از زوجات آنحضرت لیلی بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ است کہ مادرش میمونہ بنت ابی سفیان بودہ و او والدہ ماجدہ علی اکبر است و جناب علی اکبر ہاشمی است از طرف پدر و از طرف مادر بطائفہ ثقیف و امیہ قرابت دارد[1]"

مندرجات بالا کی روشنی میں واضح ہو کہ حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سفیان کے "داماد" ہیں اور جناب ابو سفیانؓ نبی کریم ﷺ کے "خسر" ہیں۔

نیز واضح ہوا کہ حضرت ابو سفیانؓ کی دختر زادی یعنی نواسی مسماۃ لیلیٰ سیدنا حسینؓ کی زوجہ محترمہ تھیں تو حضرت ابو سفیانؓ حضرت حسینؓ کی زوجہ کے نانا ہوئے اور لیلیٰ حضرت امیر معاویہؓ کی خواہرزادی ہوئیں۔

اس طرح اس مبارک خاندان کے ساتھ حضرت ابو سفیان کا باہمی قرابت کا تعلق دائما قائم ہے، جو اسلامی تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ سے ثبت ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو ہم نے ناظرین کی خدمت میں عرض کر دی ہے۔ یہ فرضی افسانہ نہیں ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب ابو سفیانؓ نبی اقدس ﷺ سے عمر میں ایک قول کے مطابق قریباً دس سال بڑے تھے۔ اس میں اور اقوال بھی ہیں۔

حضرت ابو سفیانؓ کی حضرت عباسؓ کے ساتھ ہم نشینی

قبائل کے قدیم مراسم کے مطابق بنی ہاشم اور بنو امیہ کے اکابر آپس میں

---

[1] (منتہی الآمال، ص ۲۶۴، جلد اول، فصل دوازدہم، (۱۲) در بیان عدد اولاد امام حسین، طبع تہران)

دوستی رکھتے تھے۔ قبائل کا یہ دیرینہ دستور ہے کہ ایک قبیلہ کے رؤسا دوسرے خاندان کے عظماء کے ساتھ مراسم قائم رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں۔ یہاں سے ان دونوں قبائل کے تعلقات پر روشنی پڑے گی۔

۱۔ مورخین نے لکھا ہے کہ "دورِ جاہلیت" میں جناب ابو طالب کے مراسم مسافر بن ابی عمرو بن امیہ کے ساتھ تھے۔ ان دونوں حضرات کو باہم "ندیم اور ہم نشین" کہا جاتا تھا۔ اتفاق سے مسافر بن ابی عمرو بن امیہ فوت ہو گیا تو ابو طالب اس کی موت پر سخت پریشان ہوئے۔ مسافر کے بعد ابو طالب نے عمر بن عبدود کے ساتھ ہم نشینی اختیار کی۔

و کان ابوطالب بن عبدالمطلب نديما لمسافر بن ابی عمرو بن امیه فمات مسافر فنادم ابوطالب بعده عمرو بن عبدود (الخ)[1]

مصعب الزبیری نے اپنی کتاب "نسب قریش" ص۱۳۶ تا ۱۳۷ پر مسافر مذکور کی وفات پر ابو طالب کا مرثیہ کہنا بھی درج کیا ہے۔ اس مقام میں ابو طالب کے مرثیہ کے صرف چار شعر منقول ہیں۔ باقی مرثیہ جو ابو طالب نے کہا تھا، وہ کتاب "الاغانی" میں ابو الفرج اصفہانی نے نقل کیا ہے۔

۲۔ اسی طرح ابو سفیانؓ (اموی) حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب (ہاشمی) کے ہمنشین اور مجلسی تھے۔ ان دونوں حضرات کی مصاحبت اور ہم نشینی مورخین نے بڑی تفصیل سے ذکر کی ہے اور ان کی باہمی دوستی اور

---

[1] (کتاب المحبر، لابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی، ص۱۷۴ تا ۱۷۵، تحت الندماء من قریش، طبع حیدر آباد، دکن)

رفاقت کے متعلق کئی واقعات درج کیے ہیں۔

و کان ابوسفیان بن حرب ندیما للعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ[1]

قدیمی روابط کے سلسلہ میں یہ چیز بھی طبری وغیرہ مورخین نے تحریر کی ہے کہ ایک ہاشمی بزرگ ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل از اسلام ان کے باہمی تجارتی تعلقات تھے۔ ان دونوں کا تاجرانہ کاروبار مشترکہ تھا اور مل کر تجارت کیا کرتے تھے۔

طبری میں ہے کہ:

عن سحیم بن حفص قال کان ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب شریک عثمان فی الجاھلیہ (الخ)[2]

ابن اثیر جزری نے اس کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

کان ربیعہ شریک عثمان بن عفان فی التجارہ[3]

بنوامیہ کے اکابر و ہاشمی حضرات کے یہ چند ایک تعلقات نمونہ کے طور پر یہاں نقل کر دیے ہیں۔ ان سے دونوں قبائل کا قرب اور تعلق بخوبی واضح ہو تا ہے۔ پھر بعد از اسلام تو یہ حضرات وحدۃ دینی کی وجہ سے مزید مربوط ہو گئے۔

---

[1] (۱- کتاب المحبر، لابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی، ص ۱۷۵، تحت الندماء من قریش)
(۲- الاستیعاب، ص ۸۶، ج ۴، معہ الاصابہ، تحت کنیت ابی سفیان رضی اللہ عنہ)
(۳- اسد الغابہ، ص ۲۱۶، ج ۵، تحت کنیت ابی سفیان رضی اللہ عنہ)

[2] تاریخ ابن جریر الطبری، ص ۱۳۸، ج ۵، ذکر بعض سیر عثمان بن عفان، تحت ۳۵ھ)

[3] اسد الغابہ للجزری، ص ۱۶۶، ج ۲، تحت ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب)

اسلام لانا اور دخول دار کی فضیلت حاصل کرنا

ابو سفیان بن حرب اسلام لانے سے پہلے نبی اقدس ﷺ اور اہل اسلام کے سخت مخالف اور معاند تھے۔ قریش مکہ کی قیادت کرتے ہوئے عداوت میں ابو سفیان پیش پیش رہتے تھے۔ غزوہ احد' غزوۂ احزاب وغیرہ میں اہل اسلام کے ساتھ انہوں نے پوری مخاصمت کا ثبوت دیا تھا اور مسلمانوں کے لیے قدم قدم پر عناد و فساد کھڑا کرنا ان کا شیوہ تھا۔

حضرت عباسؓ فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے تو انہوں نے ابو سفیانؓ کے متعلق کوشش کی اور ترغیب دلائی کہ وہ ضرور اسلام لائیں۔ چنانچہ ان کی اس دیرینہ دوستی کا اثر ظاہر ہوا اور ان کی ترغیب سے ابوسفیان اسلام لائے۔

حضرت عباس اور ابو سفیان کی ایک گفتگو

اس موقعہ پر مورخین نے ان دونوں حضرات کی باہمی گفتگو کا ایک منظر ذکر کیا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ ابو سفیان ایک شب حضرت عباسؓ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ جب صبح ہوئی تو ابو سفیان نے دیکھا کہ اہل اسلام نماز کے لیے اٹھے اور حصول طہارت کے لیے کوشش کرنے لگے۔ اس حالت کو دیکھ کر ابو سفیانؓ نے حضرت عباسؓ سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں؟

تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے نماز کے لیے ندا سنی ہے اور اب یہ نماز کی تیاری کر رہے ہیں۔

جب نماز قائم ہوئی تو ابو سفیانؓ نے دیکھا کہ یہ لوگ رکوع کر رہے ہیں اور سجدہ کر رہے ہیں تو ابو سفیان نے حضرت عباس سے پوچھا:

قال یا عباس ما یامرھم بشئی الا فعلوہ؟ قال

نعم! واللہ لو امرھم بترک الطعام و الشراب لاطاعوہ۔[1]

ترجمہ: "یعنی اے عباسؓ! ان کے نبی ﷺ جس بات کا ان کو حکم دیتے ہیں یہ وہی کر گزرتے ہیں۔

تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں! اگر بالفرض ان کے نبی انہیں خورد و نوش بھی ترک کرنے کا حکم دیں تو وہ بھی تسلیم کریں گے اور واقعہ ہذا محدث عبدالرزاق نے اپنے "المصنف" جلد خامس کے صفحہ ۳۷۶، ج۵ پر اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

ابو سفیان کے قبول اسلام کا واقعہ علامہ ذہبی نے "المنتقیٰ" میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ابو سفیانؓ فتح مکہ کے موقع پر حالات کی جستجو کی لیے جب مکہ سے باہر نکلے تو حضرت عباسؓ نے ان کو دیکھ لیا اور انہیں پکڑ لیا اور سواری پر اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ان کو حاضر کیا اور ابو سفیانؓ مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے ان کے لیے شرف و فضیلت حاصل کرنے کے طور پر عرض کیا کہ ابو سفیانؓ شرف و فضیلت اور افتخار کو پسند کرتے ہیں۔ آپ ان کو شرف و فضیلت کی چیز عنایت فرمائیں۔

(۱- المنتقیٰ للذہبی، ص ۳۷۲)

اس سے قبل یہی ابو سفیان اہل اسلام کے لیے رئیس الاعداء تھے۔ قدم قدم پر شقاوت و عداوت کا مظاہرہ کرنے والے اور عناد رکھنے والے تھے نیز اسلام کے خلاف افواج کے سپہ سالار ہوتے تھے۔ لیکن اب ابو سفیانؓ کی تقدیر بدلی ہے اور بخت یاور ہوا ہے۔ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے ہیں اور حضرت عباسؓ کی سفارش سے متمتع ہوئے ہیں تو اب سابق ابو سفیان نہیں رہے بلکہ ایمان کے نور

---

[1] (البدایہ و النھایہ، لابن کثیرؒ ص۲۹۱، جلد رابع، تحت فصل اسلام عباسؓ)

سے منور شدہ ابو سفیان ہیں۔

اندریں حالات خاندانی عظمت شناسی فرماتے ہوئے نبی اقدس ﷺ نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص ابو سفیانؓ کے مکان میں داخل ہو جائے گا تو اسے اس موقعہ پر امان حاصل ہے اور جو اپنا دروازہ بند رکھے گا' اسے بھی امان دی جاتی ہے۔ جو مسجد میں داخل ہو جائے گا' وہ بھی مامون ہے۔ سبحان اللہ ابو سفیان کے گھر کو دارالامان بنا دیا گیا ہے۔

قال العباس قلت یا رسول اللہ ﷺ ان ابا سفیان رجل یحب ھذا الفخر فاجعل لہ شیئا قال نعم ومن دخل دار ابی سفیان فھو امن ومن اغلق بابہ فھو امن و من دخل المسجد فھو امن.....[1]

حافظ ابن حجرؒ نے اس موقعہ پر ثابت البنانی سے مزید ایک چیز یہ ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں تشریف لاتے تو ابو سفیان کے مکان میں تشریف لایا کرتے۔ یہ ایک مستقل فضیلت کی چیز ہے جو اعزاز کے طور پر ان کو حاصل ہوئی۔

عن ثابت البنانی انما قال النبی ﷺ من

---

[1] (۱۔ مسلم شریف' ص ۱۰۴' ج ۲' جلد ثانی' باب فتح مکہ (طبع نور محمد دہلی)

(۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ' ص ۴۹۶' ج ۱۴' طبع کراچی)

(۳۔ نسب قریش' ص ۱۲۲' تحت ذکر ولد حرب بن امیہ)

(۴۔ طبقات ابن سعد' ص ۹۸' ج ۲' جلد ثانی' قسم اول' تحت غزوہ عام الفتح)

(۵۔ سیرت ابن ہشام' ۴۰۳' ۴۰۵' جلد ثانی' تحت قصۃ الاسلام ابی سفیانؓ)

(۶۔ مسند اسحاق بن راھویہ ابی یعقوب الحنظلی' ص ۴۴' تحت مسندات ابی ھریرۃؓ)

(۷۔ المصنف لعبد الرزاق' ص ۳۷۶' ج ۵' تحت غزوہ الفتح)

دخل دار ابی سفیان فھو امن لان النبی ﷺ کان اذا اوی بمکہ دخل دار ابی سفیان رواہ ابن سعد۔[1]

فتح مکہ کے موقع پر ایک اور واقعہ ابوسفیان اور ان کی زوجہ ہندؓ کے متعلق علماء نے ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس موقعہ پر مکہ شریف فتح ہوا اور مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تو تکبیر اور تہلیل کہتے رہے اور بیت اللہ شریف کا طواف کرتے رہے۔ صبح تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس رات ابوسفیانؓ نے اپنی زوجہ ہند (بنت عتبہ بن ربیعہ) کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ "کیا تو یہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتی ہے؟"

ہند نے جواب دیا کہ ہاں! یہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابوسفیان کو نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے ہندؓ سے یہ بات کہی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر اس نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؟ تو ابوسفیانؓ عرض کرنے لگے کہ بے شک میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور برحق رسولؐ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے نام کا حلف اٹھایا جاتا ہے یہ میرا قول میری زوجہ (ہندہ) کے بغیر کسی اور نے نہیں سنا تھا۔

عن سعید بن المسیب قال کان لیلہ دخل الناس مکہ لیلہ الفتح لم یزالوفی تکبیر و تھلیل و طواف بالبیت حتی اصبحوا فقال ابوسفیان لھند اترین ھذا من اللہ؟ قالت نعم

---

[1] (۱۔ الاصابہ، ص ۱۷۲ تا ۱۷۳، جلد ثانی تحت صخر بن حرب)

(۲۔ تہذیب التہذیب، ص ۴۱۱، ج ۴، جلد ثانی، تحت صخر بن حرب)

هذا من الله قال ثم اصبح ابوسفیان فغدا الی
رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ قلت
لهندا ترین هذا من الله قالت نعم هذا من الله
فقال ابوسفیانؓ اشهد انک عبدالله ورسوله
والذی یحلف به ماسمع قولی هذا احد من
الناس غیر هند"۔ له

غزوات میں شرکت' مجاہدانہ کارنامے اور پر خلوص قربانیاں

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد نبی اقدس ﷺ نے غزوۂ حنین کی تیاری فرمائی۔ آنجناب ﷺ کی معیت میں صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ اہل حنین کے ساتھ بڑا مقابلہ ہوا۔ آخر کار مالک کریم نے اہل اسلام کو فتح نصیب فرمائی۔ اس غزوہ میں حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے دونوں لڑکے (یزید بن ابی سفیانؓ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ) بھی شامل و شریک تھے۔

نبی اقدس ﷺ نے تقسیم غنائم کے موقعہ پر جہاں اور جدید الاسلام حضرات کو تالیف قلب کے طور پر حسب معمول مقدار سے زائد حصے عنایت فرمائے' وہاں ابوسفیانؓ اور ان کے دونوں فرزندوں کو ایک ایک سو اونٹ اور چالیس چالیس اوقیہ (جو رائج الوقت سکہ تھا) عنایت فرمائے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آنجناب بڑے مہربان اور کریم ہیں۔ اللہ

له (۱۔ البدایہ والنہایہ' ص ۳۰۴' جلد رابع' تحت بحث فتح مکہ)
(۲۔ کنز العمال' ص ۲۹۷' ج ۵' جلد خامس' بحوالہ ابن عساکر وسندہ صحیح طبع اول' کتاب الغزوات)

کی قسم جاہلیت میں) اگر آپؐ سے جنگ ہوئی تو آپؐ کو بہترین جنگی معاملہ کرنے والا پایا اور اگر آپ سے صلح ہوئی تو آپ کو عمدہ صلح کن پایا۔ آنجناب ؐ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

و شهد حنينا و اعطاه رسول الله ﷺ من غنائمها مائه بعير و اربعين اوقيه كما اعطى سائر المولفه قلوبهم و اعطى ابنيه يزيد و معاويه فقال له ابوسفيان والله انك كريم فداك ابى و امى والله لقد حاربتك فنعم المحارب كنت ولقد سالمتك فنعم المسالم انت جزاك الله خيرا۔[1]

ابو سفیانؓ پر اعتماد نبویؐ:

اہل اسلام نے غزوہ حنین کے اختتام پر فریق مخالف کے کم و بیش قریباً چھ ہزار مرد و زن کو جنگی قیدی بنا لیا۔

اب ان قیدیوں کو کچھ عرصہ زیر حراست رکھنے کی ضرورت تھی تو اس اہم منصب کے لیے نبی اقدس ﷺ نے حضرت ابو سفیانؓ کو منتخب فرمایا۔

اس چیز کو مشہور محدث عبدالرزاق نے اپنے "المصنف" جلد خامس میں ص ۳۸۱، پر واقعہ حنین کے تحت، عبارت ذیل نقل کیا ہے:

---

[1] (۱۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، ص ۱۸۳، ج ۲، الجزء الثانی، معہ الاصابہ تحت صخر بن حرب طبع مصری)

(۲۔ اسد الغابہ، ص ۱۳-۱۲، ج ۳، تحت صخر بن حرب، طبع تہران)

ان النبی ﷺ سبی یومئذ ستہ الاف سبی من امراہ و غلام فجعل علیھم رسول اللہ ﷺ ابا سفیان بن حرب۔

یہاں سے حضرت ابو سفیانؓ کی امانت و دیانت اور صلاحیت پر اعتماد نبویؐ کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے جو ان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور باعث افتخار ہے۔ اور حقیقت میں ان کے اخلاص پر یہ واقعہ شہادت کاملہ ہے۔ اس لیے کہ ایسے نازک مراحل میں کسی ناپختہ کردار اور غیر مخلص انسان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

غزوہ طائف میں شرکت اور ایک چشم کی قربانی:

اسی سال ۸ھ میں غزوہ طائف پیش آیا۔ اس غزوہ میں بھی حضرت ابو سفیانؓ اسلامی افواج کے ساتھ شریک جہاد ہوئے۔

جنگ کے دوران ایک شخص سعید بن عبید الثقفی نے نشانہ لگا کر تیر مارا جس سے ابو سفیانؓ کی آنکھ اپنے مقام سے باہر آ گئی تو حضرت ابو سفیانؓ آنکھ اٹھائے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فی سبیل اللہ میری آنکھ کو یہ عارضہ پیش آگیا ہے تو آنجنابؐ نے ارشاد فرمایا کہ آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں اور آنکھ واپس مل جائے گی اور اگر آپ چاہیں تو جنت ملے گی اور حضرت ابو سفیانؓ نے عرض کیا مجھے جنت چاہیے۔

وروی الزبیر من طریق سعید بن عبید الثقفی قال رمیت ابا سفیان یوم الطائف فاصبت عینہ فاتی النبی ﷺ فقال ھذہ عینی اصیبت فی سبیل اللہ قال ان شئت دعوت فردت الیک وان

شئت فالجنه قال الجنه۔[1]

(یعنی اختار الجنہ)

اور ابن قتیبہ دینوری نے بھی المعارف میں "اسماء الخلفاء" کے عنوان کے تحت حضرت ابو سفیانؓ کی ہر دو چشم کی قربانی پیش کرنا درج کیا ہے۔ ایک آنکھ واقعہ طائف میں قربان کی تھی اور دوسری جنگ یرموک میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دے کر نابینا ہو گئے تھے۔ عمر رسیدہ ہونے کی حالت میں ہم چوں قسم کی اہم قربانیاں اسلام کے راستہ میں پیش کرنا اخلاص دین کی علامت ہے اور جذبہ ایثار کی بین دلیل ہے۔[2]

حضرت ابو سفیانؓ کا بت شکنی کے لیے انتخاب

قبیلہ بنی ثقیف جب اسلام لایا تو ان میں ایک بت تھا (الطاغیۃ وہی اللات) یہ لوگ چاہتے تھے کہ اس کو نہ گرایا جائے۔ لیکن نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو گرا کر پاش پاش کر دیا جائے۔ اس کام کے لیے حضرت ابو سفیانؓ اور

---

[1] (۱- الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ص ۱۷۲ تا ۱۷۳، ج ۲، تحت صخر بن حرب)
(۲- کنز العمال، ص ۳۰۷، ج ۵، جلد خامس، تحت غزوہ الطائف، کتاب الغزوات، طبع اول، دکن (بحوالہ ابن عساکر)
(۳- تاریخ الخمیس، جلد ثانی، ص ۱۱۲، اور ۲۵۶، تحت غزوہ الطائف و تحت حالات، عثمان: تالیف الشیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری، المتوفی ۹۶۰ھ)
(۴- المحبر لابی جعفر بغدادی، ص ۲۶۱، طبع حیدر آباد دکن)
(۵- فتوح البلدان للبلاذری، ص ۶۳، تحت الطائف)

[2] (۱- المعارف، ص ۱۵۰، لابن قتیبۃ الدینوری، تحت اسماء الخلفاء، طبع اول مصری)
(۲- سیرۃ حلبیہ، ص ۱۳۲، جلد ثالث، تحت غزوہ طائف)

مغیرہ بن شعبہؓ کو ارشاد فرمایا۔ انہوں نے جاکر اس بت کو گرا دیا۔[۱]
اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحٰق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ابو سفیانؓ کو قدید کے مقام میں "منات بت" گرانے کے لیے بھیجا تھا انہوں نے اس کو جاکر گرا دیا۔[۲]

قضائے دین کے لیے حضرت ابو سفیانؓ کا تعین

قبیلہ بنی ثقیف جب اسلام لایا' ان میں جو بت تھا' اسے منہدم کرا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا (اسی کو الطاغیۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس کے نام پر قوم میں بہت سے اموال جمع تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ان اموال کو جمع کیا۔
وہاں دو شخص عروہ اور اسود نامی تھے۔ یہ مقروض تھے۔ نبی کریم ﷺ کی جانب سے ان کے قرض اتارنے کا حکم جاری ہوا تو اس وقت آنجناب ﷺ نے حضرت ابو سفیانؓ کو امر فرمایا کہ عروہ اور اسود کے قرض کو "طاغیہ" کے اموال میں سے ادا کر دیا جائے تو مغیرہ اور ابو سفیانؓ دونوں نے اس کام کو سرانجام دیا۔ اس طرح مغیرہ نے مال مذکور فراہم کیا اور ابو سفیانؓ نے دونوں مذکور شخصوں کے دین کو ان اموال سے ادا کر دیا۔[۳]

---

[۱] (۱- سیرت ابن ہشام' جلد ثانی' ص ۵۴۰ تا ۵۴۱' تحت حالات وفد ثقیف)
(۲- جوامع السیرت لابن حزم' ص ۲۵۷' تحت عنوان اسلام ثقیف)
(۳- البدایہ لابن کثیر' جلد خامس' ص ۳۰ تا ۳۲' تحت قدوم وفد ثقیف علی رسول اللہ ﷺ)
(۴- البدایہ لابن کثیر' ص ۴۹' ج ۸' تحت ۵۰ھ احوال مغیرہ بن شعبہ)
(۵- کتاب المحبر' ص ۳۱۵' طبع حیدر آباد' دکن)
[۲] (۱- الاصابہ معہ الاستیعاب' ص ۱۷۲' ج ۲' جلد ثانی' تحت صخر بن حرب)
(۲- تہذیب التہذیب' لابن حجر' ص ۴۱۲' ج ۴' جلد رابع تحت صخر بن حرب)
[۳] (۱- سیرۃ ابن ہشام' جلد ثانی' ص ۵۴۲' ج ۲' تحت امر وفد ثقیف واسلامہا)

تقسیم مال میں حضرت ابو سفیان پر اعتماد نبوی ؐ

عمرو بن فغواء الخزاعی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلا بھیجا۔ آنجناب ؐ نے ارادہ فرمایا کہ ابو سفیان ؓ کی طرف میرے ذریعہ مال روانہ فرمائیں تاکہ وہ قریش مکہ میں تقسیم کر دیں۔ یہ فتح مکہ کے بعد کا موقعہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی ساتھی بھی تلاش کر لے تو میرے پاس عمرو بن امیہ الضمری آیا۔ اس نے کہا تم مکہ جانا چاہتے ہو میں تمہارا ساتھی ہوں۔ میں نے آنجناب ؐ کی خدمت میں عرض کیا مجھے ساتھی مل گیا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عمرو بن امیہ ضمری ہے۔

وحتینا حتی اذا قدمنا مکہ فدفعت المال الی ابی سفیان [1]

یعنی ہم چلتے رہے حتیٰ کی ہم مکہ شریف پہنچ گئے تو میں نے مال ابو سفیان کو دے دیا۔

ہدایا میں تبادلہ

عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اقدس ﷺ نے ابو سفیان ؓ کی طرف عجوہ کے خرماء ہدیۃً ارسال فرمائے اور ان کو لکھا کہ عمرو بن امیہ ضمری کے بدست اس کے عوض میں چمڑے کی کھال ارسال کریں تو ابو سفیان ؓ نے آنجناب کے ہدیہ کو

---

[1] (۱۔ طبقات ابن سعد، جلد رابع، قسم ثانی، ص ۳۲ تا ۳۳، تحت عمرو بن فغواء طبع لیدن)
(۲۔ السنن الکبریٰ، للبیہقی، جلد عاشر، ص ۱۲۹، ج ۱۰)
(۳۔ تہذیب التہذیب، جلد خامس، ص ۳۴۰، ج ۵، تحت عبداللہ بن عمرو بن فغواء الخزاعی)
(۴۔ جامع الاصول لابن اثیر، ص ۳۶۱، ۳۶۲، جلد ۱۲، بحوالہ ابی داؤد)

قبول کیا اور اور اس کے عوض میں کھال ہدیتہ ارسال کی۔[۱]

صلح کے معاہدہ میں حضرت ابو سفیانؓ کی شہادت:

اہل نجران کے ساتھ جب صلح ہوئی تو اس وقت ایک عہد نامہ اہل اسلام اور نجران کے اہل کتاب کے درمیان تحریر کیا گیا تھا۔ یہ نبی اقدس ﷺ کے فرمان کے تحت لکھا گیا تھا اور عبداللہ بن ابی بکر اس معاہدہ کے کاتب تھے۔ اس عہد نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے جن لوگوں کی شہادت درج کی گئی ہیں، ان میں ایک حضرت ابو سفیان بن حرب بھی تھے۔ حضرت ابو سفیانؓ کے علاوہ چار شخص دیگر حضرات تھے۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) غیلان بن عمرو (۲) مالک بن عوف (من بنی نصر) (۳) الاقرع بن حابس الحنظلی اور (۴) مغیرہ بن شعبہ[۲]

نجران کے صدقات پر حضرت ابو سفیانؓ کا عامل بنایا جانا

نجران والوں کے ساتھ مصالحت ہو جانے کے بعد وہاں مسلمانوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف امیر اور حاکم بنائے جاتے تھے۔

نبی اقدس ﷺ کے آخری ایام میں نجران پر ابو سفیان کو آنجناب کے فرمان کے مطابق عامل اور حاکم بنایا گیا۔ اس چیز کو بہت سے علماء نے تصریحاً درج کیا ہے

---

[۱] (۱۔ الاصابہ، ص ۱۷۲ تا ۱۷۳، جلد ثانی، تحت صخر بن حرب)
(۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر لابن بدران جلد سادس، ص ۳۹۵، ج ۶، تحت صخر بن حرب)
(۳۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، جلد اول، ص ۶۲، ج ۱)
(۴۔ کتاب الاموال، لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۲۵۷، روایت نمبر ۶۳۱، طبع مصر)

[۲] (۱۔ فتوح البلدان، للبلاذری، ص ۷۲، تحت صلح نجران)
(۲۔ البدایہ لابن کثیر، جلد خامس، ص ۵۵، ج ۵، تحت ہذا اہل نجران)
(۳۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسف، ص ۷۳، تحت قصہ نجران واہلہا)

اور طبری نے مزید وضاحت کی ہے کہ:

حضرت عمرو بن حزمؓ نماز کے لیے امام مقرر تھے اور ابو سفیان بن حرب صدقات وغیرہ پر والی اور امیر تھے۔[۱]

حضرت ابو سفیانؓ کا ایک مرتد کو قتل کرنا

کبار علماء نے جناب ابو سفیانؓ کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سردار دو عالم ﷺ کے ارشاد کے تحت یمن کے بعض حلقوں کے لیے جناب ابو سفیانؓ عامل و حاکم بن کر تشریف لے گئے تھے۔ اس دوران جناب رسالت ماب ﷺ کا وصال ہو گیا۔ یمن میں وصال نبوی کی اطلاع پہنچی۔ حضرت ابو سفیانؓ اس علاقہ سے واپس آئے۔ دوران سفر ایک شخص (ذو الحمار) سے ملاقات ہوئی۔ یہ شخص اپنی بد بختی کی وجہ سے اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ جناب ابو سفیانؓ کا مقابلہ و مقاتلہ پیش آیا۔ یہ شخص ضد کی وجہ سے اپنے ارتداد پر قائم رہا اور حضرت ابو سفیانؓ نے اسے قتل کر دیا۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام میں قاعدہ ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد اسلام کو چھوڑ دے اور کفر و شرک اختیار کرے۔ اس کے متعلق ارشاد نبویؐ ہے کہ

---

[۱] (۱۔ کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۱۲۲، تحت ولد حرب بن امیہ)

(۲۔ کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی، ص ۱۲۶، تحت امراء رسول اللہ ﷺ)

(۳۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ص ۶۲، ج ۱، جزاول، تحت عمال نبوی)

(۴۔ جوامع السیرۃ لابن حزم، ص ۲۳، تحت امراءٗ ﷺ)

(۵۔ تاریخ طبری، ص ۲۶۳، ج ۳، ثالث ذکر خبر المرتدین بالیمن، طبع قدیم، تحت ۱۱ھ)

(۶۔ تاریخ ابن خلدون، ص ۸۵۹، ج ۲، تحت ردہ الیمن)

(۷۔ سنن الدار قطنی، ص ۱۶، ج ۴، تحت کتاب الطلاق، روایت ۴۶، طبع مصر)

اس کو قتل کر ڈالو(من بدل دینہ فاقتلوہ)[1]

اس مقام پر علماء نے ایک عجیب بات تحریر کی ہے۔ وہ یہ کہ "حضرت ابو سفیانؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے دین سے ارتداد والوں کے ساتھ قتال کیا اور دین سے ہٹ جانے والوں کے ساتھ جہاد کیا۔

یہی چیز حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی منقول ہے جو علامہ سیوطیؒ نے ابن مردویہ کے حوالہ سے باسند نقل کی ہے۔ وہ بھی فرماتے ہیں کہ اقامت دین کی خاطر اہل ردۃ کے ساتھ پہلے قتال کرنے والے حضرت ابو سفیانؓ ابن حرب ہیں۔

مندرجہ ذیل حوالہ جات میں اہل علم کی تسلی کے لیے پوری عبارت نقل کر دی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

واحسن من هذا مارواه ابن ابی حاتم حيث قال قرى على محمد بن عزيز حدثنی سلامه حدثنی عقيل حدثنی ابن شهاب ان رسول الله ﷺ استعمل اباسفيان صخر بن حرب على بعض اليمن فلما قبض رسول الله ﷺ اقبل فلقى ذا الخمار مرتدا فقاتله- فكان اول من قاتل فی الردة وجاهد عن الدين قال ابن شهاب وهو ممن انزل الله فيه (عسى الله ان يجعل بينكم وبين الذين عاديتهم منهم مودة) الايه-

---

[1] (۱- المصنف لابن ابی شیبہ، ص ۳۹۰، ج ۱۲، طبع کراچی، کتاب الجہاد)

(۲- الموطاء، لامام مالک، ص ۳۰۸، باب القضا، فیمن ارتد عن الاسلام، طبع دہلی)

(سورۃ الممتحنہ، پارہ نمبر۲۸)[1]

مزید بر آں تفسیر "الدر المنثور" میں یہ روایت بھی منقول ہے کہ:

اخرج ابن مردویہ عن ابن شہاب عن ابی سلمہ بن عبدالرحمن عن ابی ہریرہؓ قال اول من قاتل اہل الردہ علی اقامہ دین اللہ ابوسفیان ابن حرب....(الخ)[2]

جنگ یرموک میں مجاہدانہ مساعی

جنگ یرموک خلافت فاروقی میں اہل اسلام کو پیش آئی تھی۔ بعض مصنفین نے اسے ۱۳ھ کے تحت درج کیا ہے جیسے طبری وغیرہ اور خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ میں اسے ۱۵ھ کے تحت ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مقامِ یرموک شام کے علاقہ میں ہے۔ اس جنگ میں شامل ہونے کے لیے اہل اسلام کی بڑی زبردست فوج (تقریباً چوبیس ہزار) یرموک میں پہنچی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو سفیانؓ کے صاحبزادے یزید بن ابی سفیانؓ کو بھی فوج اسلامی کے ایک دستے پر امیر مقرر فرما کر روانہ کیا تھا۔ اسلام میں یہ بڑے معرکے کی لڑائی تھی۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے بڑی عظیم قربانیاں پیش کیں۔

حضرت ابو سفیانؓ کے خاندان کے متعلق مصنفین نے چند چیزیں ذکر کی ہیں۔

---

[1] (۱- تفسیر القرآن، العظیم، لاسماعیل، ابن کثیر دمشقی، ص۳۴۹، ج۴، تحت الایہ، (عسی اللہ ان یجعل.....الخ) طبع مصر)

(۲- الدر المنثور، للسیوطی ۲۰۵، ج۶، تحت الایہ مذکور)

[2] الدر المنثور، للسیوطی، ص۲۰۵، ج۶، (طبع مصر) تحت الایہ (عسی اللہ ان یجعل.....الخ)

وہ یہاں مختصراً پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت ابو سفیانؓ خود شامل تھے۔ حالانکہ وہ کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ اور پیرانہ سالی کے عالم میں تھے۔ ضعف و پیری کے باوجود یہ جذبہ قابل قدر ہے۔

۲۔ حضرت ابو سفیانؓ کے فرزند اس جنگ میں شامل تھے۔ یزید بن ابی سفیانؓ فوج کے ایک حصہ کے امیر تھے۔

۳۔ حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ شریک جنگ ہوئیں اور اس میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

۴۔ اسی طرح ابو سفیانؓ کی دختر جویریہ بنت ابی سفیانؓ اپنے زوج کے ساتھ جنگ ہذا میں شریک ہوئیں اور ملی غیرت کا ثبوت دیا۔

۵۔ گویا کہ حضرت ابو سفیانؓ کے خاندان کے بیشتر افراد معرکہ ہذا میں شریک ہوئے اور اعلائے کلمہ اللہ کی خاطر قربانیاں پیش کیں۔

حضرت ابو سفیانؓ کا بڑا مخلصانہ مشورہ

جنگ یرموک میں صحابہ کرامؓ (خالد بن ولید عمرو بن العاص' ابو عبیدہ وغیرہم) حضرات نے قتال سے پہلے کئی بڑے اہم مشورے کیے۔ ان میں سے ایک مجلس مشاورت کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

روم کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے جب جیوش کے امراء صحابہؓ مشورہ کے لیے مجتمع ہوئے تو حضرت ابو سفیانؓ تشریف لائے اور فرمایا:

"یہ میں گمان ہی نہیں کرتا کہ میری زندگی میں قوم جنگی معاملات کے لیے مجتمع ہو اور میں اس میں حاضر نہ ہوں۔ پھر مشورہ دیا کہ فوج کے تین حصے کر دیے جائیں"۔

فوج کا ایک حصہ تو رومی فوج کے مقابلے میں جا کر کھڑا ہو جائے۔

فوج کا دوسرا حصہ اپنے بھاری مال و متاع اور بال بچوں کی حفاظت کا ذمہ لے۔ اور فوج کا تیسرا حصہ خالد بن ولید کی نگرانی میں سابقہ دونوں حصوں سے عقب میں رہے اور ان کے پیچھے پیچھے تمام حالات پر نظر کرتے ہوئے چلے اور ایسی جگہ پر اتریں کہ ان کی پشت کے پیچھے جنگل اور میدان ہو تاکہ ان کو پشت کی طرف سے قاصد اور برید مل سکیں اور ہر قسم کی معاونت اور مدد پہنچائی جا سکے۔

پس ان حضرات کو حضرت ابو سفیانؓ نے جو مشورہ دیا' وہ انہوں نے تسلیم کر لیا اور ان کی یہ بہترین اور عمدہ رائے تھی۔

فامتثلوا ما اشار به ونعم الرای هو[1]

منصب "القاص" کا تعین

جنگ یرموک میں تقسیم کار کی صورت یہ کی گئی کہ اگر کسی تنازعہ میں فیصلہ کی ضرورت پیش آئے تو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاضی اور فیصل ہوں گے۔ یعنی وقتی تنازعات کا چکانا ان کے سپرد تھا۔

اسی طرح حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ "منصب القاص" پر فائز تھے اور آیات جہاد لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنانے کا کام المقداد بن الاسود کر رہے تھے۔ اس موزوں تقسیم کے تحت یہ حضرات اپنے اپنے مقام پر مصروف کار تھے۔

("القاص" کے منصب کا مفہوم یہ ہے کہ افواج میں خطیب اور لیکچرار کی ضرورت ہوتی ہے جو فوجوں کو موقع بہ موقع قتال پر آمادہ کرتا ہے۔ ان کی ڈھارس بندھانے' ہمت افزائی کرنے اور جذبات ابھارنے کے لیے لیکچر دیتا ہے۔

اس کام کو حضرت ابو سفیانؓ نے بڑے سلیقہ سے یرموک کے موقعہ پر انجام دیا)[2]

---

[1] (البدایہ لابن کثیر' جلد سابع' ص ۶ تا ۷' تحت واقعہ یرموک' طبع اول مصر)

[2] (البدایہ لابن کثیر' جلد سابع' ص ۸' ج ۷' تحت واقعہ یرموک' طبع اول مصر)

حضرت ابوسفیانؓ کے ایمان افروز خطبے

حضرت ابوسفیانؓ چونکہ منصب القاص پر فائز تھے' اس بنا پر واقعہ یرموک میں انہوں نے اسلامی فوج کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ "اے اہل اسلام کی جماعت! تم عرب لوگ ہو اپنے اہل و عیال سے منقطع ہو کر دار عجم میں پہنچ چکے ہو۔ اپنے امیر المومنین اور مسلمانوں کی امداد سے دور ہو چکے ہو۔ ایسے دشمن کے ساتھ تمہارا سامنا ہوا ہے جو تعداد میں تم سے کثیر ہے اور تم پر سخت غضب ناک ہو رہا ہے اور تم نے ان کو ان کے شہروں میں گھبرا دیا ہے اور ان کے بال بچوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اللہ کی قسم! تمہیں اس قوم سے نجات نہیں مل سکتی اور تم قیامت میں اللہ کی رضا کو نہیں حاصل کر سکتے۔ بجز مخالفین سے صدق دل سے تقابل کرنے اور ناگوار مقامات میں استقامت دکھلانے کے ذریعے سے۔

خبردار! لازماً یہی طریقہ اختیار کرنا ہو گا.... تمہارے درمیان اور امیر المومنین اور مسلمانوں کی جماعت کے درمیان صحرا ہیں اور جنگل ہیں۔ ان میں کسی کے لیے جائے پناہ اور لوٹنے کی جگہ نہیں ہے۔ صرف صبر کرنا ہو گا اور جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے' اس پر امید رکھنا ہو گی۔ پس وہی اعتماد اور بھروسے کی چیز ہے۔ حفاظت کرو اور قوت پکڑو اپنی تلواروں کے ذریعے اور ایک دوسرے سے تعاون کرو تاکہ یہ تمہارے محفوظ ہتھیار بنے رہیں پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے۔ ان کو کئی وصیتیں فرمائیں۔ پھر لوٹ کر لشکر کے سامنے آکر آواز دی کہ اے اہل اسلام! یہ سنگین حالات سامنے ہیں' جو تم دیکھ رہے ہو۔ پس یہ

رسولؐ خدا اور جنت تمہارے آگے ہیں۔ شیطان اور آتش تمہارے پیچھے ہے۔ اس کے بعد پھر اپنے موقف کی طرف تشریف لے گئے"۔[1]

۲- "(انہی ایام میں ایک دوسرے موقع پر) حضرت ابو سفیانؓ نے اسلامی فوج کے سامنے حسب موقعہ خطاب کیا اور بڑے اچھے طریقے سے قتال کے لیے لوگوں کو ابھارا۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یا معشر اہل الاسلام خطاب کر کے فرمایا:

"یہ اللہ کے رسول اور جنت تمہارے سامنے ہیں اور شیطان اور آگ تمہارے پیچھے ہے۔ عورتوں کو ابو سفیان نے برانگیختہ کیا اور فرمایا کہ جس شخص کو فوج سے پشت دے کر فرار ہوتا ہوا دیکھو تو اسے پتھروں اور ڈنڈوں سے خوب پیٹو حتیٰ کہ وہ فوج کی طرف واپس آجائے"۔[2]

۳- بعض دفعہ اس طرح ہوا ہے کہ فوجی دستوں کے سامنے ابو سفیانؓ چکر لگاتے تھے اور فرماتے تھے:

"اللہ سے خوف کرو اللہ سے خوف کرو۔ تم عرب کی طرف سے مداخلت کرنے والے ہو اور اسلام کے امدادی ہو اور وہ روم کی طرف سے دفاع کرنے والے ہیں اور شرک کے امدادی ہیں۔ اے اللہ! تیرے ایام میں سے یہ بڑا اہم یوم ہے۔ اپنے بندوں پر اپنی خاص نصرت و رحمت نازل فرما"۔

"اللھم انزل نصرک علی عبادک (الخ)[3]

---

[1] (البدایہ لابن کثیر، جلد سابع، ص۹، تحت واقعہ یرموک، طبع اول، مصر)

[2] ("البدایہ لابن کثیر، جلد سابع، ص۱۰ تا ۱۱، تحت واقعہ یرموک، طبع اول، مصر)

[3] (۱- تاریخ طبری، جلد رابع، ص۳۴، تحت خبر یرموک، (السنۃ الثالثۃ العشرہ)

(۲- البدایہ لابن کثیر، جلد سابع، ص۹، تحت واقعہ یرموک، طبع اول، مصر)

۴۔ سعید بن مسیب اپنے باپ سے ذکر کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن ایک موقعہ پر سب آوازیں خاموش ہو گئیں مگر ایک آواز آ رہی تھی کہ یا نصر اللہ اقترب یعنی اے اللہ کی مدد قریب ہو۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ حضرت ابو سفیانؓ تھے۔ جو اپنے فرزند یزید بن ابی سفیانؓ کے جھنڈے کے تحت کام کر رہے تھے اور دعا کے مذکورہ کلمات زبان پر جاری کیے ہوئے تھے۔[1]

۵۔ مورخین نے اس موقعہ پر حضرت ابو سفیانؓ کی مساعی اور کوششوں کو بڑے عمدہ انداز میں بعبارت ذیل ذکر کیا ہے:

و کان ذالک فی شہر جمادی (۱۳ھ) و ان اباسفیانؓ بن حرب ابلی یومئذ بلاء حسنا بسعیہ وتحریضہ۔[2]

یعنی اس موقعہ پر حضرت ابو سفیانؓ اپنی بہترین مساعی اور تحریض و انگیخت کی بنا پر آزمائش میں مبتلا کیے گئے۔ لیکن وہ کامیاب و کامران رہے اور ان کے پائے ثبات میں تزلزل نہیں آیا۔ یہ ثابت قدمی ان کے ایمان کی پختگی کی دلیل ہے۔

---

[1] (۱) کتاب نسب قریش، ص ۱۲۲، تحت ولد حرب بن امیہ
(۲) البدایہ لابن کثیر، ص ۱۴، جلد سابع تحت واقعہ یرموک، طبع اول مصر
(۳) تہذیب التہذیب لابن حجر، جلد رابع، ص ۴۱۱ تا ۴۱۲ تحت صخر بن حرب
(۴) الاصابہ لابن حجر جز ثانی ص ۱۷۲، تحت صخر بن حرب
(۵) المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر عسقلانی، ص ۱۰۶، جلد رابع، تحت منقبتہ ابی سفیان، طبع اولیٰ الکویت
(۶) المعرفہ والتاریخ للبسوی، ص ۳۰۰، ج ۳، تحت ۱۵ھ

[2] (تاریخ ابن خلدون، ص ۹۰۱، ج ۲، تحت بعوث الشام، طبع بیروت)

میدان جنگ میں اپنے بیٹے کو وصایا

یرموک کے دن یزید بن ابی سفیانؓ نے قتال شدید کیا اور یہ فوج کے ایک حصہ کے امیر تھے۔ انہوں نے خوب ثابت قدمی دکھائی۔ (ایک بار) ان کے والد ابوسفیان ان کے پاس سے گزرے اور ان کو ثابت قدمی کے متعلق وصایا فرمائیں کہ:

"اے فرزند! اللہ سے خوف کرنا اور صبر و استقامت سے رہنا۔ اس وادی میں موجودہ مسلمان قتال میں گھر گئے ہیں۔ آپ اور آپ جیسے جو دوسرے حضرات اس وقت مسلمانوں کے معاملہ میں ذمہ دار ہیں، صبر و نصیحت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اے بیٹے! اللہ سے خوف کیجئے۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی فرد جنگی معاملہ کے متعلق اجر اور صبر میں آپ سے زیادہ راغب نہ ہو اور دشمنان اسلام کے خلاف آپ سے زیادہ جرات مند نہ ہو تو فرزند نے عرض کیا انشاء اللہ میں اس پر عمل کروں گا۔ پھر اس نے نہایت سخت قتال کیا۔ (الخ)[1] پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس مقام میں فتح مندی سے ہمکنار کیا۔

یرموک میں چشم دیگر کی قربانی

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ یرموک میں جو خدمات جلیلہ سرانجام دیں، ان میں ایک یہ چیز بھی تھی کہ ان کی دوسری آنکھ بھی اس جنگ میں شہید ہو گئی جب کہ پہلی آنکھ غزوۂ طائف میں اس سے قبل شہید کرا چکے تھے۔ گویا جناب ابوسفیانؓ نے اللہ کے راستے میں صرف اسلام کی خاطر دونوں آنکھیں پیش

---

[1] (البدایہ، لابن کثیرؒ ص ۱۴، جلد سابع، تحت یرموک)

کردیں اور نابینا ہو گئے۔ یہ ان کا کامل مخلصانہ کردار ہے۔

جنگ یرموک میں جب ان کی آنکھ کو تیر لگا تو اس تیر کو ایک شخص ابو حثمہ نے آنکھ سے نکالا تھا۔ (طبری)

وفقئت عینه الاخری یوم الیرموک (الخ)[1]

حضرت ابو سفیانؓ کا احترام اور ان کے حسن اسلام کی شہادت

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے بعد بھی بڑے احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے حق میں قلیل ایام تالیف قلب کے شمار کیے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی نسبی شرافت اور طبعی صلاحیتوں کے پیش نظر دور نبوت میں ان کو اہم مقام حاصل تھا۔ اس کے بعد اکابر صحابہؓ ان کی بڑی عزت اور توقیر کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو سفیانؓ کا بڑا اکرام و احترام کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ اپنے قبیلہ بنی امیہ کے سرداروں میں سے تھے اور اپنے خاندان کے رئیس تھے اور اسلام میں یہ قاعدہ ہے کہ جو جاہلیت میں پسندیدہ اور بہترین لوگ متصور ہوتے تھے، وہ اسلام لانے کے بعد اسلام میں بھی پسندیدہ اور بہترین ہیں۔

(خیارهم فی الجاهلیه خیارهم فی الاسلام

---

[1] (۱۔ کتاب نسب قریش، ص ۱۲۲، تحت ولد عمرو بن حرب)

(۲۔ اسد الغابہ، ص ۱۲، ۱۳، فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جز ثالث، تحت صخر بن حرب، طبع مکتبہ اسلامیہ، تہران)

(۳۔ تاریخ الاسلام، للذہبی، جلد ثانی، ص ۹۷، تحت ذکر ابی سفیان بن حرب)

(۴۔ تاریخ ابن جریر، طبری، ص ۳۶، ج ۴، تحت خبر یرموک، سنہ ثالثہ عشرہ طبع قدیم مصر)

(۵۔ العبر فی خبر من غبر للذہبی، ص ۳۱، جلد اول، تحت ۳۱ھ)

(۶۔ سیرۃ حلبیہ، ص ۱۳۲، ج ۳، تحت غزوہ طائف)

اذا فقهوا)

.....وکان عمرؓ یحترمه وذلک لانه کان کبیر بنی امیه[1]

اور کبار علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سفیانؓ جب اسلام لائے تو پہلے ان کا شمار مولفۃ القلوب میں تھا لیکن اس کے بعد ان کا اسلام نہایت صحیح اور پختہ رہا۔ انہوں نے دور نبوت میں اسلام کے بڑے اہم امور سرانجام دیے اور حضورؐ کے فرمان کے تحت کئی مقامات میں امیر اور حاکم متعین رہے۔ خصوصاً یرموک میں تو ان کے اعمال و کردار نہایت قابل ستائش ہیں۔ اسی طرح یرموک سے قبل اور بعد بھی ان کے لیے "آثار محمود" کتابوں میں مدون ہیں۔

اسی چیز کو مشہور مفسر و محدث اور مورخ حافظ ابن کثیر نے بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:

"ثم لما اسلم حسن بعد ذالک اسلامه وکان له مواقف شریفه وآثار محموده فی یوم یرموک وماقبله ومابعده"۔[2]

اسی طرح مشہور محدث مسلم شریف کے شارح علامہ محی الدین نواوی نے حضرت ابو سفیانؓ کے اوصاف حمیدہ ذکر کرتے ہوئے اپنی مشہور تصنیف "تہذیب الاسماء و اللغات" میں تحریر فرمایا ہے کہ پہلے "مولفۃ القلوب" میں سے تھے پھر "حسن اسلام" کے ساتھ متصف ہوئے۔

ثم حسن اسلامه......(الخ)[3]

---

[1] (سیر اعلام النبلا للذہبی، ص۷۹، ج۲، جلد ثانی، تحت تذکرہ ابی سفیان)

[2] (البدایہ لابن کثیر، ص۱۱۷، ج۸، تحت ترجمہ معاویہ، ۶۰ھ)

[3] (۱- تہذیب الاسماء واللغات، ص۲۳۹، ج اول، طبع مصر، تحت ابی سفیانؓ)

(۲- اسد الغابہ لابن اثیر، ص۲۱۶، جلد خامس، تحت ابی سفیانؓ)

ایک قاعدہ

اسلام میں مسلمان کے اعمال کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ...... " انما الاعمال بالخواتیم " یعنی آخری اعمال صالحہ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر انجام کار عملی زندگی درست ہے تو خاتمہ بالخیر متصور ہو گا۔ اس مقام میں حضرت ابو سفیانؓ اسی کے مصداق ہیں۔ ان کا اعمال صالحہ پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

حضرت ابو سفیانؓ سے روایت حدیث

اکابر علماء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اقدس ﷺ سے احادیث نقل کی ہیں۔ پھر حضرت ابو سفیان سے دیگر صحابہ وغیرہ نے روایات ذکر کی ہیں۔ احادیث کی کتابوں پر جن کی نظر وسیع ہے' ان کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے۔ یہاں چند ایک مرویات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱- بخاری شریف' کتاب الزکوۃ' باب وجوب الزکوۃ' (جلد اول) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو سفیانؓ نے حدیث بیان کی کہ نبی اقدس ﷺ ہمیں نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا حکم فرماتے تھے اور صلہ رحمی اور پاک دامنی کے متعلق ارشاد فرماتے تھے۔[1]

۲- حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم اور امیر معاویہ نے ابو سفیانؓ

---

[1] (۱- بخاری شریف' جلد اول' ص ۱۸۷' باب وجوب الزکوۃ طبع نور محمد کراچی)

(۲- کتاب الکنیٰ' للدولابی' ص ۳۲' ج اول' تحت ابی سفیان بن حرب)

سے روایات نقل کی ہیں[1]

۳۔ اسی طرح شارح مسلم شریف امام نواوی نے تہذیب الاسماء و اللغات میں ذکر کیا ہے کہ بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہرقل والی روایت منقول ہے۔ (جس میں ابو سفیانؓ نے "اوصاف نبوت" کی تصدیق کی تھی اور ہرقل کے ساتھ "مکالمہ" پیش آیا تھا) یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جناب ابو سفیانؓ سے بلاواسطہ نقل کی ہے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور پوری تفصیل دی ہوئی ہے۔ اس مقام کو ملاحظہ کرنے سے ابو سفیانؓ کی نجابت اور شرافت خوب نمایاں ہوتی ہے۔ ان کی یہ گفتگو ملک الروم ہرقل کے ساتھ اسلام لانے سے قبل صلح حدیبیہ کے دور کی ہے[3]

حضرت ابو سفیان کے آخری اوقات

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی آخری عمر میں کچھ زمانہ تو مکہ شریف میں مقیم رہے۔ اس کے بعد مدینہ شریف میں اقامت اختیار کر لی تھی اور مدینہ شریف میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے

---

[1] (۱۔ الاصابہ لابن حجر مع الاستیعاب' جز ثانی' ص ۱۷۲ تا ۱۷۳' تحت صخر بن حرب)
(۲۔ تہذیب التہذیب' لابن حجرؒ ص ۴۱۱' ج ۴' تحت صخر بن حرب)
(۳۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی' ص تحت صخر بن حرب طبع قدیم)

[2] (۱۔ بخاری شریف' جلد اول' باب کیف کان بدالوحی' ص ۴' طبع دہلی)
(۲۔ تہذیب الاسماء' واللغات للنواوی' ص ۲۳۹' ج اول' تحت ابی سفیان بن حرب)
(۳۔ اور مشکوۃ شریف میں بھی یہ روایت بحوالہ بخاری و مسلم)

[3] (مشکوۃ شریف' ص ۵۲۵ تا ۵۲۶' باب علامات النبوۃ الفصل الثالث' طبع نور محمدی دہلی)

ایام تھے۔ مورخین نے ان کی وفات ۳۱ھ میں لکھی ہے۔ اگرچہ اور اقوال بھی ان کے سن وفات میں پائے جاتے ہیں بعض نے ۳۲ھ اور بعض نے ۳۴ھ تک ذکر کیا ہے۔ قول اول یعنی ۳۱ھ زیادہ مشہور ہے اور عام تذکرہ نویس اسی کو تحریر کرتے ہیں[1]

شبہات کا ازالہ از بعض روایات

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق معترض لوگ مندرجہ ذیل روایت تلاش کر کے طعن قائم کرتے ہیں۔ روایت یہ ہے کہ:

"جس وقت صحابہ کرام کی تجویز سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور صحابہ کرام نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد ابو سفیانؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ چھوٹے اور ذلیل قبیلے کا آدمی (یعنی ابو بکرؓ ابن ابی قحافہ) خلافت پر مسلط ہو گیا ہے۔ اگر تم کہو تو خلاف کرنے کے لیے سواروں اور پیادوں سے وادی کو بھر دوں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ اے ابو سفیان تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف "دشمن" رہا ہے اور "عداوت" کرتا رہا ہے تیری یہ بات اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ ہم نے ابو بکرؓ کو اس بات کا اہل سمجھا، اس لیے ہم نے بیعت کر لی۔ وغیرہ

ازالہ

یہ روایت کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ دیگر بے اصل اور بے کار مواد

(۱۔ کتاب نسب قریش، ص ۱۲۲، تحت ولد حرب بن امیہ)

(۲۔ اسد الغابہ لابن اثیر، جز ثالث، ص ۱۲ تا ۱۳، تحت صخر بن حرب)

(۳۔ الاصابہ، ص ۱۷۳، ج ۲، تحت صخر بن حرب)

کتابوں میں پایا جاتا ہے (یہ ایک مرسل روایت ہے اور وہ بھی صحت کے درجہ میں نہیں پائی جاتی) اسی طرح اس روایت کا بھی وہی درجہ ہے اور اس پر ہمارے پاس قرائن اور شواہد ہیں جو عنقریب پیش خدمت کیے جا رہے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابو سفیانؓ کے ساتھ عناد رکھنے والوں نے اس روایت سے جو مطاعن پیدا کیے ہیں' وہ مندرجہ ذیل شکل میں ناظرین کی خدمت میں رکھے جا سکتے ہیں:

۱- خاندانی و قبائلی عصبیت کا فروغ

۲- قبیلہ بنی تیم اور بنی ہاشم کے درمیان شر اور فساد کا احیاء اور قتال کا قیام۔

۳- اسلام اور اہل اسلام سے عناد اور عداوت۔

۴- منافرت اور نفاق کا ثبوت۔

مذکورہ روایت سے مندرجہ بالا اعتراضات تجویز کرنا معترضین کا اصل مقصد ہے تاکہ جناب ابو سفیانؓ کے وقار کو مجروح کیا جائے اور مقام کو گرایا جا سکے۔

اب ہم اس طعن کے جواب کے لیے فن روایت کی حیثیت سے مختصر سا کلام پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد درایت کے اعتبار سے معروضات پیش کریں گے۔ بہ نظر انصاف انہیں ملاحظہ فرمالیں۔ روایت مذکورہ کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرنا پھر آپ کے ہاتھ میں ہے۔

قابل اعتراض روایت کے متعلق ذیل میں پہلے روایت کے اعتبار سے کلام کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد درایت کے اعتبار سے بحث ذکر کی جائے گی۔ (بعونہ تعالیٰ)

روایتاً بحث:

۱- ایک عام جستجو کے مطابق یہ روایت عموماً مرسل شکل میں دستیاب ہوتی

ہے۔ وہ بھی ثقات کی مرسل نہیں ہے بلکہ بعض مقامات میں مجہول الحال اور مجہول الکیفیت لوگ ناقل ہیں اور بعض اسانید میں مجروح اور مقدوح رواۃ پائے جاتے ہیں۔

اور کئی مقامات میں اس روایت میں واضح انقطاع پایا جاتا ہے اور ان روایات میں الفاظ و کلمات کا تفاوت اور تخالف و تعارض بہت پایا جاتا ہے جو اصل واقعہ کی صحت کو مشتبہ کر دینے کے لیے ایک مستقل قرینہ ہے۔

درحقیقت اس مرسل کو نقل کرنے والے واقعہ ہذا میں بذات خود موجود نہیں ہیں اور نہ ہی ناقلین نے ان ہر دو بزرگوں (حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت ابو سفیانؓ) سے بیعت کا یہ متعلقہ کلام خود سنا ہے۔

اگر بالفرض اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ روایت منکر کے درجہ میں ہے یا شاذ ہے اور بعض اسانید کے اعتبار سے منقطع ہے۔ مختصر یہ ہے کہ واقعہ ہذا کا صحیح متصل السند کے ذریعے ثابت ہونا مشکل امر ہے۔

تنبیہ:

کبار علماء کرام نے اس مقام میں حضرت ابو سفیانؓ کے خلاف مجروح و مقدوح روایات کے متعلق ہدایت فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

۱۔ له اخبار من نحو هذا رديه[1]

یعنی اس قسم کی روایات جو ابو سفیانؓ کے متعلق دستیاب ہوتی ہیں وہ بے کار اور بے اصل ہیں۔

۲۔ اسی طرح ابن اثیر الجزری نے اسد الغابہ، ص۲۱۶، جلد خامس میں ابو سفیانؓ کے ترجمہ کے تحت نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

---

[1] (الاستیعاب معہ الاصابہ، ص۸۸، جلد رابع، تحت تذکرہ ابی سفیان، طبع مصر)

نقل عنه من هذا الجنس اشياء كثيرة لا تثبت
یعنی اس قسم کی کئی چیزیں حضرت ابو سفیانؓ کے متعلق نقل کی جاتی ہیں جو فی الواقع ثابت نہیں ہیں بلکہ بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔

قواعد و ضوابط:

اس مقام میں کبار علماء کی طرف سے چند چیزیں بطور ضابطہ یہاں درج کی جاتی ہیں، جنہیں روایات کی بحث میں ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(۱)

نبی اقدس ﷺ کی توقیر اور احترام میں سے یہ بات ہے کہ آنجناب کے اصحاب کی توقیر ملحوظ رکھنی چاہیے اور ان کی اچھائی اور ان کے حقوق کی معرفت کو پیش نظر رکھا جائے۔ ان کی اقتداء کی جائے، ان کے حق میں ثنائے خیر بیان کی جائے اور ان کے لیے ہمیشہ استغفار کیا جائے۔ ان میں جو اختلاف اور نزاع ہوا ہے، اس سے زبان کو روکا جائے اور جو لوگ ان سے دشمنی رکھتے ہیں، ان سے مخالفت رکھی جائے اور اصحاب تاریخ کے اقوال اور مورخین کے اخبار سے اعراض اور روگردانی کی جائے۔ جاہل راویوں اور حکایات کے ناقلین سے منہ موڑا جائے۔ جو بھٹک جانے والے شیعہ اور بدعتی ہیں، جب کہ کسی ایک صحابی کے حق میں بھی قدح کرنے والے ہوں۔ (الخ)

ومن توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير اصحابه وبرهم ومعرفه حقهم والاقتداء بهم و حسن الثناء عليهم والاستغفار لهم والامساك عما شجر بينهم ومعاداه من عاداهم والاضراب

عن اخبار المورخین وجهله رواه وضلال الشیعه والمبتدعین القادحه فی احد منهم (الخ)[1]

(۲)

اور علماء نے لکھا ہے کہ خبر واحد میں اگر ایسی چیز پائی جائے جو عقل و نقل کے برخلاف ہو، کتاب و سنت مشہورہ کے منافی ہو اور سنت کے قائم مقام جو فعل جاری ہے، اس کے متضاد ہو اور یقینی دلائل سے متعارض ہو، ایسی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

ولا یقبل خبر الواحد فی منافاه حکم العقل و حکم القران الثابت المحکم و السنه المعلومه و الفعل الجاری مجری السنه و کل دلیل مقطوع به (الخ)[2]

اسی طرح جو روایت عقل اور اصول شرعی کے معارض ہونے کے ساتھ ساتھ حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو اور عادت جاریہ کے برعکس ہو، وہ علماء کے

---

[1] (۱۔ الشفاء بتعریف، حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض، ص ۴۹ تا ۵۰ جلد ثانی، طبع مصر، تحت فصل و من توقیرہ و برہ توقیر اصحابہ (الخ)
(۲۔ نسیم الریاض شرح الشفاء للخفاجی ص ۴۶۶ تا ۴۶۷، جلد ثالث تحت فصل مذکور)
(۳۔ شرح الشفا لعلی القاری، جلد ثانی، ص ۸۸ تا ۸۹، تحت فصل مذکورہ)

[2] (کتاب الکفایہ للخطیب بغدادی، ص ۴۳۲، باب ذکر ما یقبل فیہ خبر الواحد ما لا یقبل فیہ، طبع حیدر آباد دکن)

نزدیک بے سروپا شمار کی جاتی ہے[1]

مذکورہ طعن والی روایت کا اصول شرعی کے خلاف ہونا اور عقل و نقل کے برخلاف ہونا پیش کردہ مواد ملاحظہ کرنے کے بعد قارئین کرام پر خوب واضح ہو سکے گا۔

(۳)

طعن کنندہ کے لیے تادیبی کارروائی

نیز ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف "الصارم المسلول" میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے کہ ہر چہار خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد تمام امت سے بہتر نبی کریم ﷺ کے اصحاب کرامؓ ہیں۔ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کی برائیوں کا ذکر کرے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کسی عیب اور نقص کی وجہ سے ان میں کسی ایک پر بھی طعن کرے۔ جو شخص ایسا کرے گا' اس کی تادیب کرنی اور اسے سزا دینا واجب ہے اور اس کو معاف نہ کیا جائے جب تک کہ وہ اس سے توبہ نہ کرلے۔

و هم خلفاء راشدون مهديون ثم اصحاب رسول الله ﷺ بعد هولاء الاربعه خير الناس لا يجوز لاحد ان يذكر شيئا من مساويهم ولا يطعن على احد منهم بعيب ولا نقص فمن فعل ذالك

[1] (۱)۔ فتح المغیث للسخاوی شرح الفیۃ الحدیث للعراقی' جزاول' ص ۲۵۰ تا ۲۵۱' طبع جدید' مدینہ منورہ' تحت بحث الموضوع)

(۲)۔ تنزیہ الشریعہ لابن عراق الکنانی ص ۶' جلد اول' فصل فی حقیقۃ الموضوع وامارۃ و حکمہ۔ طبع مصر)

فقد وجب تادیبه وعقوبته۔ (الخ)[1]

دیگر طریقہ:

اور فن روایت کے اکابر علماء ایک تصریح ذکر کیا کرتے ہیں کہ بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ بے اصل روایت کو عمدہ سند کے ساتھ چلا دیتے ہیں تاکہ سند کی صحت دیکھ کر لوگ اسے تسلیم کر لیں۔ واقعہ میں روایت بے سروپا ہوتی ہے۔ اس کو مقبول بنانے کے لیے یہ حیلہ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو سفیانؓ والے مذکور واقعہ میں اگر بالفرض عمدہ سند پائی جائے تو وہاں بھی یہی صورت کارفرما ہوگی۔ ناظرین اس طریقہ کار سے باخبر رہیں۔

مسئلہ ہذا کی خاطر حوالہ درج ذیل ہے:

فانه لا يلزم من صحة الاسناد صحة المتن كما تقرر فی علوم الحدیث لاحتمال ان یصح الاسناد و یکون فی المتن شذوذ او علہ تمنع صحه واذ تبین ضعف الحدیث اغنی ذالک عن تاویله لان مثل هذا المقام لا تقبل فیه الاحادیث الضعیفه (الخ)[2]

---

[1] (الصارم المسلول' علی شاتم الرسول ﷺ ص ۵۷۳' تحت فصل فی حکم سب اصحابہ و سب اهل بیته۔ طبع اول' حیدرآباد' دکن)

[2] (۱۔ الحاوی للفتاوی' ص ۱۸' ج ۲' تحت ہذا البحث از علامہ سیوطی)

(۲۔ الفتاویٰ الحدیثیہ' ص ۱۶۵' تحت مطالب فی قول اللہ تعالی و من الارض مثلهن یتنزل الامر بینهن لابن حجر المکی الہیتمی" ۹۷۳ھ یا ۹۷۵ھ)

درایتہ بحث

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جو طعن واقعہ بیعت کی گفتگو سے مرتب کیا جاتا ہے' اس کو درایت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بالکل ہی بے وزن معلوم ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل اشیاء پر غور فرمایئے' جن کو سابقا متعدد عنوانات کی صورت میں درج کیا گیا ہے اور حوالہ جات ساتھ تحریر کر دیے گئے ہیں:

۱- حضرت ابو سفیانؓ اسلام لائے اور ان کا اسلام منظور و مقبول ہوا۔

۲- ان کا سرور کائناتؐ کے ساتھ رشتہ نسب ہے۔ یعنی ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد شریف ہیں۔

۳- ان کی حضرت عباسؓ کے ساتھ قدیم سے ہم نشینی و مصاحبت تھی اور یہ تعلق تازیست قائم رہا۔

۴- فتح مکہ میں "دخول دار" کی خوشخبری بھی ان کو حاصل ہے۔

۵- غزوات میں شرکت (حنین و طائف میں) نصیب ہوئی اور ایک آنکھ کی قربانی پیش کی اور جنت کی بشارت ملی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ کی قربانی پیش کر کے نابینا ہو گئے۔

۶- بت شکنی کے لیے ان کا انتخاب ہوا۔

۷- قرض اتارنے کے لیے ان کو تجویز فرمایا گیا۔

۸- تقسیم مال کے لیے ان کا تعین ہوا۔

۹- ان کے ساتھ ہدایا میں تبادلہ فرمایا گیا۔

۱۰- معاہدہ اہل نجران میں ان کو شاہد رکھا گیا۔

۱۱- یہاں سے نجران کے صدقات پر ان کو حاکم و والی مقرر فرمایا گیا اور ارتحال

نبوی تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

مندرجہ بالا امور دور نبوت میں پیش آئے اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور رضا کے تحت پیش آئے۔

۱۲- بعد ازاں مرتدین کے ساتھ قتال کرنے میں سبقت کی۔

فلهذا ثابت ہوا کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صادق الایمان دیانت و امانت دار اور "مخلص مسلمان" تھے۔ "خاندانی" اور "قبائلی عصبیت" ان میں نہ تھی۔ اسلام اور اہل اسلام کے مخلص معاون اور سچے خادم تھے۔ کسی صحیح روایت کے اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ عداوت پر دال کوئی فعل یا قول ان سے سرزد نہیں ہوا۔ نیز مندرجہ بالا تمام چیزیں ان کے "اخلاص دین" پر شاہد ہیں۔ ان حالات میں منافقت اور نفاق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مختصر یہ ہے کہ معترضین کی طرف سے سابقا جو روایت حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے پیش کی گئی ہے' وہ بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ اور واقعات کے برخلاف ہے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو گرانے کے لیے اس نوع کے واقعات مرتب کیے گئے ہیں۔

"نیز اسی طرح اگر بالفرض جناب ابو سفیانؓ پر وارد کردہ اعتراضات کی دیگر روایات کو بھی درست تسلیم کر لیا جائے تو ان روایات کے تقاضوں کے مطابق گویا ابو سفیانؓ پر اسلامی تعلیمات کا کچھ اثر نہیں ہوا' جاہلیت کا رنگ ان کی طبیعت سے قطعاً زائل نہیں ہوا اور کفر کا تعصب اور کینہ ان کے سینہ سے خارج نہیں ہوا۔

حالانکہ یہ چیز حالات و واقعات صحیحہ کے برعکس اور قطعی طور پر باطل ہے اور اس کے بطلان پر مندرجہ مذکورہ بالا ۱۱-۱۲ عدد واقعات ایک ایک کر کے شاہد عادل ہیں۔ ان پر دوبارہ نظر غائر فرما کر اس چیز کا فیصلہ خود فرمائیں۔ (مولف)

قابل غور امر

بالفرض اگر ابو سفیانؓ میں اسلام راسخ نہ تھا اور قبائلی و خاندان عصبیت ان میں غالب تھی' اس وجہ سے انہوں نے صدیق اکبرؓ کے خلاف حضرت علیؓ کو جا کر ابھارا اور برانگیختہ کرنے کی سعی کی۔

اگر معترض کا یہ تخیل صحیح ہے تو غور کرنے کی یہ چیز ہے کہ ابو سفیانؓ کو اپنے قبیلہ کے عظیم فرد اور سربر آوردہ شخصیت (حضرت عثمان بن عفانؓ) کے پاس جا کر ان کو "منصب خلافت" کے حصول کے لیے آمادہ کرنا چاہیے تھا تاکہ ان کا قبیلہ باقی قبائل پر فوقیت و برتری حاصل کر سکے۔ قبیلہ بنو ہاشم کے ایک فرد حضرت علیؓ کو اکسانے سے ابو سفیانؓ کا کیا مفاد ہو سکتا ہے؟ یہاں سے ایک صاحب فہم و دانش مند انسان واقعہ مذکورہ کے بے بنیاد ہونے کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ صرف تعصب سے الگ رہنے کی ضرورت ہے تاکہ صحیح نہج پر معاملہ فہمی کی جا سکے۔

بعض عبارات

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض لوگوں کی عبارات موہم اور شبہ پیدا کرنے والی پائی جاتی ہیں۔ ان کے صاف کرنے کے لیے جو مواد حضرت ابو سفیانؓ کے متعلق سابقاً ذکر کر دیا ہے' وہ کافی ہے۔ تاہم مشتبہ عبارات سے اشتباہ کو دور کرنے کے لیے چند کلمات ذکر کیے جاتے ہیں۔

مثلاً بعض مواضع میں یہ چیز ملتی ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر بعض حضرات مشورہ کر رہے تھے اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنی چھڑی پر ٹیک لگاتے ہوئے وہاں پہنچے اور السلام علیکم فرمایا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ "آپ ہمارے قریب نہ آئیں" ان الفاظ کی بناء پر معترض کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو سفیانؓ کو قابل اعتماد نہ سمجھا اور متہم قرار دیا۔ اس وجہ سے کہ ان کا

اسلام اچھا نہیں تھا"۔

الجواب

معترض کی عبارت دیکھ کر ناظرین کرام ہرگز پریشان نہ ہوں۔ یہ اعتراض محض نقش بر آب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چند ایک چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جس مقام پر جملہ بالا مذکور..... ہے' آگے وہاں یہ چیز بھی درج ہے کہ اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو دعوت دی۔ آپ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ چنانچہ حضرت ابو سفیانؓ نے وہاں تشریف لا کر اپنا مفصل جنگی مشورہ ذکر کیا۔ فقبلوا ذلک من رای ابی سفیان لعلمهم بانه قد نصحهم یعنی حضرت ابو سفیانؓ کا پیش کیا ہوا جنگی مشورہ ان حضرات نے قبول کر لیا۔ اس لیے کہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت ابو سفیانؓ نے ان کو خیر خواہانہ مشورہ دیا ہے۔

یہ چیز اتہام کی علامت نہیں۔ بلکہ حضرت ابو سفیانؓ پر مکمل اعتماد کی بین دلیل ہے۔

۲۔ جملہ سابقہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ حضرات کسی دوسرے معاملے میں مصروف گفتگو تھے۔ اس معاملہ سے فارغ ہونے تک کے لیے کہا گیا ہے کہ ٹھہر جائیے۔ جب وہ بات ختم ہو گئی تو حضرت ابو سفیانؓ کے ساتھ مکالمہ شروع ہوا۔ اس توجیہ کی تائید کتاب کی آئندہ سطور میں پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ ابھی ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے یعنی حضرت ابو سفیانؓ سے مشورہ طلب کیا گیا اور ان کے مشورہ کو ان لوگوں نے بطیب خاطر قبول کیا۔

۳۔ مزید بر آں یہ چیز بھی ممکن ہے کہ جملہ سابقہ کی تعبیر ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ نقل کرنے والے کی طرف سے ہو۔ اس موقع کے اصل الفاظ دوسرے ہوں اور معبر نے اپنی طرف سے تعبیر ایسے الفاظ سے کر دی ہو جو اب قابل اعتراض سمجھے جاتے ہیں۔

۴۔ حضرت ابو سفیانؓ کے متعلق سابقاً ہم نے چند چیزیں ذکر کی ہیں۔ وہ ان کے "حسن اسلام" اور "اخلاص دین" پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں جنگ یرموک کے موقع پر ابو سفیانؓ نے جو پر خلوص کردار ادا کیا' وہ نہایت قابل ستائش ہے۔ مثلاً:

(i) جنگ یرموک میں پر خلوص مساعی اور جنگی مشورہ دینا۔

(ii) منصب "القاص" پر فائز ہونا۔

(iii) ایمان افروز خطبات دینا۔

(iv) اپنے بیٹے کو وصایائے استقامت کرنا۔

(v) چشم دیگر کی قربانی دینا۔

(vi) جنگ یرموک میں تمام گھرانے (باپ' بیٹے' بیوی' لڑکی اور داماد) کا شامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نیز حضرت ابو سفیانؓ سے صحابہ کرامؓ کا حدیث روایت کرنا ان کی دیانت پر اعتماد کرنے کو واضح کرتا ہے۔

مزید بر آں ان کے "آثار محمودہ" کے متعلق اکابر علماء کی تصدیق جناب ابو سفیانؓ کے "حسن اسلام" کا بین ثبوت ہے۔ (حوالہ جات سابقاً گزر چکے ہیں۔

انما العبرہ للخواتیم۔

حقائق مندرجہ بالا کے بعد اب کسی شخص کے موہم الفاظ اور مشتبہ عبارات

ذکر کرنے کی وجہ سے ان کے "کمال اخلاص" میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

مختصر یہ ہے کہ مالک کریم نے اگر آپ کو صحیح فہم بخشا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے دل میں زیغ نہیں ہے تو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی دیانت، امانت، اخلاص، کمال ایمان روز روشن کی طرح نظر آئے گا اور ہمچوں قسم وارد کردہ اعتراضات بے بنیاد اور بے جا معلوم ہوں گے۔

ازواج و اولاد جناب ابی سفیانؓ

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ازواج اور اولاد کا اجمالاً تذکرہ یہاں مفید سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا علی سبیل الاختصار درج ذیل ہے۔

عہد سابق کے قبائلی رواج اور اس دور کے معاشرتی احوال کے موافق لوگ متعدد ازواج کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بھی متعدد ازواج تاریخ میں مذکور ہیں۔

۱۔ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ: یہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی پھوپھی تھیں۔ ان سے حضرت ابو سفیانؓ کا بیٹا حنظلہ ہوا، جس کی اولاد نہیں چل سکی اور بیٹی رملہ بنت ابی سفیان (ام المومنین ام حبیبہؓ) اور دوسری بیٹی امیمہ بنت ابی سفیان بھی ان کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

۲۔ ھند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس: ان سے مندرجہ ذیل اولاد متولد ہوئی:

فرزند امیر معاویہ اور عتبہ بن ابی سفیان اور بیٹیاں جویریہ اور ام الحکم بنت ابی سفیان۔

۳- زینب بنت نوفل بن خلف: ان سے بیٹا یزید بن ابی سفیان ہوا' جو اسلام میں مشہور باکمال شخصیت ہے اور یزید الخیر کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

۴- صفیہ بنت ابی عمرو بن امیہ: اس سے ایک بیٹا عمرو بن ابی سفیان اور دو بیٹیاں محرۃ بنت ابی سفیان اور ھند بنت ابی سفیان مذکور ہیں۔

لبابہ بنت ابی العاص بن امیہ: ان سے ایک بیٹی میمونہ بنت ابی سفیان معروف ہے۔

نیز حضرت ابو سفیانؓ کا ایک بیٹا عنبسہ بن ابی سفیان بھی بعض مقامات میں مذکور ہے۔

تنبیہ: مندرجہ بالا مختصرات کتاب "نسب قریش" از مصعب الزبیری (تحت ولد ابی سفیان) سے نقل کیے گئے ہیں۔ مزید احوال دیگر کتب تاریخ سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

تذکرہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی براہ راست فیض یافتہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور ان میں علی فرق المراتب بے شمار شخصیتیں اور باکمال ہستیاں موجود ہیں۔

اس جماعت کا فضل و کمال خداوند کریم نے اپنی مقدس کتاب میں جابجا ذکر فرمایا ہے اور فرمودات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی فضیلتیں بے حساب مذکور ہیں۔ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لیے اور اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں اور ان کا نصب العین اشاعت دین تھا۔

اس مقدس جماعت کے مرد و زن امور دین کے لیے شب و روز مصروف کار رہتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب، ام حرامؓ بنت ملحان، ام عمارہؓ انصاریہ اور اسماءؓ بنت یزید انصاریہ (جن کو ام سلمہؓ انصاریہ کہتے ہیں) وغیرہا خواتین نے اسلامی خدمات کی خاطر بڑا عمدہ کردار ادا کیا اور اضطراری حالات میں معاونت کی خاطر مسلمان مردوں کے ساتھ جنگوں میں بھی شمولیت کی۔

اسی طرح دینی ضرورتوں کے لیے حضرت ہندؓ بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی امتیازی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت ابو سفیانؓ کے تذکرہ کے بعد آئندہ سطور میں حضرت ہند بنت عتبہ کے مختصر سے حالات تحریر کیے جاتے ہیں کیونکہ بعض لوگ ان

پر بھی ناروا اعتراضات قائم کرتے ہیں اور ان کو ہتک آمیز و نازیبا کلمات کے ساتھ یاد کرتے ہیں جو سراسر ناانصافی پر مبنی ہیں۔ ان کا یہاں تذکرہ کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ان پر وارد کردہ بے جا اعتراضات کا حتی المقدور جواب ہو جائے اور ان کو خواتین اسلام میں جو مقام حاصل ہے وہ واضح ہو سکے اور ترویج دین کے لیے جو ان کی مساعی ہیں وہ عوام اہل اسلام کو نمایاں طور پر معلوم ہو سکیں۔ رضی اللہ تعالی عنہا وعن کل الصحابہ اجمعین۔

نسبی تشریحات اور قبیلہ قریش میں ان کا مقام

ان کا نام ہندؓ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہے۔ یہ حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ ہیں۔

حضرت ابو سفیانؓ کی متعدد ازواج تھیں۔ ان میں ہند بنت عقبہ بن ربیعہؓ مشہور اور معروف اور ایک امتیازی مقام کی حامل خاتون ہیں۔

ہندؓ کو اللہ تعالیٰ نے خوب فہم و فراست اور اہلیت بخشی تھی۔ مورخین نے ان کے متعلق مندرجہ ذیل صفات ذکر کی ہیں۔

..... وکانت من سیدات نساء قریش ذات رای ودھاء وریاسہ فی قومھا۔

اور علماء نے مزید ان کے حق میں یہ الفاظ بھی تحریر کیے ہیں کہ:

.....وکانت امراہ لھا نفس وانفہ ورای وعقل۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہندؓ قریش کی سردار عورتوں میں سے تھیں، صاحب رائے، زیرک و ہوشمند، خوددار اور بڑی عقل مند عورت تھیں۔ اپنی قوم میں

اپنی صنف کے لیے رئیس سمجھی جاتی تھیں[1]۔

قبول اسلام اور پھر اس پر استقامت

قبول اسلام سے پہلے ہند بنت عتبہ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ بڑی عداوت رکھتی تھیں جس طرح ان کے خاوند ابو سفیانؓ نے اسلام لانے سے قبل اہل اسلام کے ساتھ بڑے مقابلے اور معارضے قائم کیے' اسی طرح ان کی اہلیہ مذکورہ نے ہر مرحلہ پر مسلمانوں کے ساتھ انتہائی عناد اور مخالفت قائم رکھی۔ خصوصاً جنگ احد میں حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ جو ظالمانہ اور سفاکانہ رویہ اختیار کیا تھا' وہ تاریخ کے وقائع میں بڑا مشہور واقعہ ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت کا رخ بدلا ہے اور فتح مکہ ہوئی ہے تو اس موقع پر اپنے خاوند کے اسلام لانے کے ایک دن بعد ہند بنت عتبہ اسلام لائی ہیں اور سردار دو عالم ﷺ نے ان دونوں کو اپنے سابق نکاح پر قائم رکھا۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت انسان اسلام لے آئے تو گزشتہ چیزیں سب معاف ہو جاتی ہیں۔ (ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ) اس آئین اسلامی کی رو سے ہند بنت عتبہ کی بھی سب سابقہ غلطیاں معاف ہو گئیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ اسلام لانے کے بعد ہندؓ بنت عتبہ اپنے دین پر نہایت مستقیم تھیں اور ان کا اسلام نہایت پختہ تھا۔ علامہ ابن اثیر جزری نے "اسد الغابہ" میں' علامہ نوادی نے "تہذیب الاسماء واللغات" میں اور علامہ ابن کثیر نے "البدایہ" جلد سابع میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ ان کے "حسن اسلام" کی تصدیق فرمائی ہے:

---

[1] (۱) "البدایہ والنہایہ" جلد سابع' ص ۵۱' تحت ۱۴ھ
(۲) "اسد الغابہ للجزری" ص ۵۶۲' ج ۵' تحت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ۔
(۳) "الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ" ص ۶۲۳' تحت فصل فی الصحابیات۔ (ہند بنت عتبہ)

"ان هندا اسلمت يوم الفتح وحسن اسلامها-
هي ام معاويه بن ابى سفيان اسلمت فى الفتح
بعد اسلام زوجها ابى سفيان بليله وحسن
اسلامها"-(رضی اللہ عنہا)[1]

(۱)

بعد از قبول اسلام بت شکنی کا عجیب واقعہ

مورخین اور محدثین نے اس موقعہ پر ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ جب حضرت ہندؓ بنت عتبہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو چکیں تو ان کے گھر میں ایک بت تھا، جس کی جاہلیت کے دور میں پرستش کرتی تھیں، اس کو ایک کلہاڑا لے کر پاش پاش کر دیا۔ ساتھ ساتھ فرماتی تھیں کہ تیری وجہ سے ہم دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے اور فریب خوردہ تھے۔

لما اسلمت هندؓ جعلت تضرب صنما فی بيتها
بالقدوم فلزته فلزه وهى تقول كنا منك فی

---

[1] (۱) "اسد الغابہ للجزری" ص ۵۶۲، ج ۵، تحت ہند بنت عتبہ،
(۲) "تہذیب الاسماء واللغات للنوادی" ص ۳۵۷، جز ثانی، تحت حرف الہاء (ہند بنت عتبہ)
(۳) "البدایہ والنہایہ" لابن کثیر، ص ۵۱، ج ۷، تحت ۱۴ھ، طبع اول مصری
(۴) "الاکمال فی اسماء الرجال" ص ۶۲۳، تحت ہندؓ بنت عتبہ لصاحب المشکوۃ فصل فی الصحابیات

غرور۔ ؎

تنبیہ

حضرت ہندؓ بنت عتبہ کے قبول اسلام سے قبل ان کو قدرت کی طرف سے ایک خواب متواتر تین شب آتا رہا۔

اس کے بعد آپؓ اس خواب کی روشنی میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ خواب کا یہ واقعہ مسند عمرو بن عبدالعزیز، ص ۱۳، طبع قدیم ملتان سے اخذ کر کے اپنی تالیف "سیرۃ سیدنا امیر معاویہ" میں ان کی والدہ کے حالات کے تحت ذکر کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے وہاں رجوع کریں۔

(۲)

تشرف بیعت اور کلمہ "مرحبا" کا اعزاز

فتح مکہ کے بعد سردار دوعالم ﷺ کی خدمت اقدس میں مکہ کی اور قریش کی عورتیں حاضر خدمت ہوتی تھیں اور جناب ﷺ کی خدمت میں بیعت نبویؐ کا شرف حاصل کرنے کے لیے معروضات پیش کرتی تھیں۔ اس سلسلہ میں حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہندؓ بنت عتبہ بن ربیعہ (جو اپنے قبیلے کی ایک معزز خاتون تھیں) اپنے خاوند کی اجازت سے جناب ﷺ کی خدمت میں نقاب پہن کر حاضر

؎ (۱) کتاب "الطبقات الکبیر لابن سعد" ص ۱۷۲، ج ۸، تحت ہندؓ بنت عتبہ بن ربیعہ

(۲) "تہذیب الاسماء واللغات للنواوی" ص ۳۵۷، ج ۲، جز ثانی، تحت حرف الہاء (ہند بنت عتبہ)

(۳) "تاریخ ابن عساکر" ص ۴۵۶، جلد ، (تراجم النساء) تحت ہند بنت عتبہ۔ طبع دمشق

(۴) "تطہیر الجنان" لابن حجر المکی، ص ۹، آخر فصل الاول (معہ الصواعق المحرقہ)

ہوئیں۔ سابقہ احوال کے پیش نظر وہ اپنی جگہ پر بہت خائف تھیں کہ خدا جانے میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور میرے حق میں کیا حکم صادر ہو گا۔ "طبقات ابن سعد" میں ہے کہ عورتوں کی بیعت کے لیے حاضری "وادی الابطح" میں ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں جب ہند بنت عتبہ بن ربیعہ حاضر ہوئیں اور جناب ﷺ کی خدمت اقدس میں معروضات پیش کرنے لگیں تو نقاب کھول دیا اور گفتگو شروع کی اور اپنا نام لے کر عرض کرنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ حاضر ہوں۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے پہچان لیا اور فرمایا "مرحبا بک" (خوش آمدید) ان مبارک الفاظ کے ساتھ باریابی کی عزت بخشی۔

("طبقات ابن سعد" ص ۱۷۱ تا ۱۷۲، ج ۸، تحت ذکر ہند بنت عتبہ بن ربیعہ)

فائدہ: فتح مکہ کے موقع پر مختلف قبائل قریش نے بیشمار عورتیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئیں۔ ان میں بنی عبد شمس میں سے ہند بنت عتبہ اپنے قبیلہ کی مشہور خاتون تھیں۔ آنجناب ؐ نے ان کا اسلام قبول فرمالیا۔ بعض روایات کے اعتبار سے یہ بھی مذکور ہے کہ ہند بنت عتبہ نے از راہ معذرت جناب ؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا نبی اللہ ؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو معاف فرمایا ہے ہم کو بھی گزشتہ واقعات کی معافی فرمائی جائے (تفسیر البحر المحیط، ص ۲۵۸، ج ۸، تحت الآیۃ) پھر آنجناب ؐ نے سابقہ خطاؤں اور عداوتوں کے پیش نظر کوئی سرزنش اور تہدید نہیں فرمائی بلکہ ہند ؓ بنت عتبہ اور اس کے زوج حضرت ابو سفیان ؓ دونوں کے ساتھ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت کی بنا پر اخلاص اور دوستی و محبت کا اظہار فرمایا اور آپ کا یہ مشفقانہ رویہ ہمیشہ ان کے ساتھ قائم رہا۔ اس چیز کو علماء نے مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

فان اباسفیان و امراتہ لما اسلما لم یکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخیفھما بل اظھر الصفاء والودّ لھما وکذالک کان الامر من جانبہ علیہ السلام لھما (رضی اللہ تعالی عنہ)

(تفسیر ابن کثیر الجزء' الرابع' ص ۳۵۴' تحت الآیہ نبیعت النساء' آخر سورۃ ممتحنہ)

ان تصریحات کی روشنی میں یہ چیز واضح ہو گئی کہ ان دونوں زوجین کو جب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت و عنایات سے نوازا ہے تو ان کے حق میں ہتک آمیز جملے اور نازیبا کلمات استعمال کرنا مناسب نہیں ہیں۔ (منہ)

(۳)

موقع ہذا کی گفتگو اور اظہار مودت

اس کے بعد "بخاری شریف" کی روایت اور اس کے شروح کے مطابق مندرجہ ذیل گفتگو اس موقع پر ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے روز ہندؓ بنت عتبہ آئیں اور عرض کرنے لگیں' "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج سے پہلے زمین پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں تھا جو میرے نزدیک آپؐ کے گھر سے زیادہ ذلیل اور ناپسند ہو مگر آج صفحہ ہستی پر کوئی ایسا گھرانہ نہیں جو میرے نزدیک جنابؐ کے خانہ مبارک سے زیادہ محبوب اور معزز ہو۔ تو اس کے جواب میں سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا اور حلف کے ساتھ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ تو ابھی اس بات میں بڑھے گی یعنی تیرے قلب میں ایمان و یقین جاگزیں ہو گا اور تیری محبت اللہ اور اس کے رسولؐ کے حق میں مزید ہو گی اور ان کے ساتھ بغض رکھنے سے تو پوری طرح اعراض کرے گی اور نفرت و عداوت سے رجوع کر لے گی۔ .... قال وایضا والذی نفسی

بیدہ.... الخ [1]

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ہندؓ راست گو خاتون تھیں اور نیز واضح ہوا کہ ان کو آنجناب ﷺ کے ساتھ قلبی محبت تھی اور آنجناب ﷺ بھی ان کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک فرماتے تھے۔

(۴)

واقعہ بیعت النساء اور ہندؓ بنت عتبہ کی معروضات

جب فتح مکہ ہو چکی تو سردار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں اسلام لانے کے بعد قریش مکہ کی عورتیں متعدد بار بیعت کے لیے یکے بعد دیگرے حاضر ہوئیں اور قرآن مجید کی آیت جو سورۃ ممتحنہ کے آخر میں ہے' ان ایام میں نازل ہو چکی تھی۔

یاایھا النبی اذا جاء ک المومنات یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف

---

[1] (۱) "عینی شرح بخاری شریف" ص ۲۸۴' ج ۱۶ "کتاب "المناقب" باب ذکر ہند بنت عتبہ

(۲) "فتح الباری شرح بخاری" ص ۱۱۲' ج ۷ "کتاب "المناقب" باب ذکر ہند بنت عتبہ

(۳) "ارشاد الساری شرح بخاری" للقسطلانی' ص ۱۷۱' ج ۷

(۴) "شرح مسلم" للنواوی ص ۷۵' ج ۲ "کتاب "الاقضیہ" باب قضیہ ہند بنت عتبہ

(۵) "البدایہ" لابن کثیرؒ' ص ۱۲۳' ج ۸' تحت "مناقب معاویہ"

فبایعھن واستغفرلھن اللہ ان اللہ غفوررحیم۔
(آخر سورۃ الممتحنہ' پارہ نمبر۲۸)

ترجمہ: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور چوری نہ کریں گی اور زنا نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی' نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی' جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیویں اور کسی مشروع بات میں آپؐ کے خلاف نہ کریں گی تو ان کو بیعت کر لیجئے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگئے۔ ضرور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔
("تفسیر حقانی" وغیرہم تحت الایہ)

اس موقع پر دیگر خواتین کے ساتھ ہندؓ بنت عتبہ بھی حاضر خدمت ہوئیں اور قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کے مطابق بیعت کی شرائط ان کے سامنے آئیں تو پہلی شرط یہ تھی کہ ان لا یشرکن باللہ شیئا (اللہ کے ساتھ وہ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گی۔)

اس وقت ہندؓ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ (کیف نطمع ان تقبل منا مالم تقبلہ من الرجال) ہم اس بات کا کس طرح طمع کر سکتی ہیں۔ جو چیز آپ نے مردوں سے قبول نہیں کی وہ ہم سے قبول کر لی جائے گی یعنی جب "شرک کرنا" مردوں کے لیے جائز نہیں رکھا گیا تو ہمیں اس بات کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ یعنی ہم شرک کے نزدیک نہیں جائیں گی اور اس سے دور رہیں

گی[1]

پھر جناب نبی کریم ﷺ نے سرقہ نہ کرنے کی دوسری شرط جب پیش فرمائی تو ہندؓ بنت عتبہ نے عرض کیا' یارسول اللہ! میرے خاوند ابوسفیانؓ مال کو روک رکھنے والے ہیں اور جو کچھ وہ دیتے ہیں وہ میرے لیے اور میری اولاد کے لیے کفایت نہیں کرتا۔ تو کیا مجھے اپنے خاوند کے مال سے بقدر ضرورت لے لینا حلال ہے؟ حضرت ابوسفیانؓ پاس موجود تھے' یہ بات سن کر انہوں نے جناب کی خدمت میں عرض کی کہ جو کچھ مال اس نے سابقاً لیا ہے یا اب لے گی وہ اس کے لیے حلال ہے' اس کی اسے اجازت ہے۔

سردار دوعالم ﷺ نے ان دونوں کا کلام سماعت فرما کر تبسم فرمایا اور بعض روایات کے اعتبار سے ہندؓ بنت عتبہ کے اس مطالبہ پر خود سردار دوعالم ﷺ نے بقدر کفایت مال لینے کی ہندؓ کو خصوصی اجازت مرحمت فرمائی[2]

پھر یہ شرط پیش ہوئی کہ عورتیں بدکاری نہیں کریں گی تو اس پر ہندؓ نے بطور استعجاب عرض کیا کہ آیا آزاد شریف عورت بھی ایسا کام کرتی ہے؟

اس کے بعد یہ شرط پیش فرمائی گئی کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی' تو ہند نے عجیب و ملیح کلام کے ساتھ عرض خدمت اقدس کیا کہ ہم نے اپنی چھوٹی اولاد کو پرورش کرکے بڑا کیا۔ جب وہ بڑے ہو گئے تو آپ لوگوں نے ان کو میدان بدر میں قتل کر ڈالا۔ (حضرت ابوسفیانؓ کا لڑکا حنظلہ بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا

---

[1] (۱) "تفسیر البحر المحیط" لابی حیان اندلسی' متوفی ۷۵۴ء ص ۲۵۸' جلد ثامن تحت الآیہ

(۲) "التفسیر لابن کثیر" ص ۳۵۴' ج ۴' جلد رابع تحت الآیہ

(۳) تفسیر روح المعانی' ص ۸۱' آخر سورۃ ممتحنہ تحت الآیہ

[2] (۱) "مسلم شریف" ص ۷۵' ج ۲ (قضیہ ہند بنت عتبہ)

(۲) "تاریخ ابن عساکر" ص ۴۴۹' جلد تراجم النساء' تحت ہند بنت عتبہ۔ طبع دمشق

تھا)

"ربیناھم صغاراوقتلتھم کبارایوم بدر"۔

یہ نمکین کلام سن کر حضرت عمرؓ جو پاس ہی موجود تھے وہ بھی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہنس پڑے اور تبسم فرمانے لگے۔

اس موقعہ پر آخری چیز عورتوں کے سامنے یہ رکھی گئی تھی کہ معروف یعنی "بہتر بات" میں نافرمانی نہیں کریں گی یعنی اچھے اور مشروع کام میں اطاعت کرنی ہوگی۔ بعض روایات کی بنا پر اس وقت ہندؓ نے جناب رسالت ماب ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم اس مجلس میں اطاعت و فرمانبرداری کے لیے ہی حاضر ہوئی ہیں' ہمارے دل میں نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ [۱]

اس موقعہ کی گفتگو پر نظر کرنے سے ہندؓ کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ کیسی عقل مند' خوددار اور زیرک خاتون تھیں۔ پھر جناب رسالت ماب ﷺ کی خدمت میں بڑے اخلاص کے ساتھ کیسے فصیح کلام میں معروضات پیش کیں؟ اور بیعت کنندہ خواتین کی کیسے عمدہ طریق سے نمائندگی کی؟

اس کے ساتھ ساتھ شرف بیعت کے ساتھ مشرف ہوئیں اور "بارگاہ نبوت" سے "استغفار نبوی" جیسی عظیم فضیلت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

(سبحان اللہ)

---

[۱] (۱) "تفسیر الجامع لاحکام القرآن" للقرطبی ص ۷۴ تا ۷۲' ج ۱۸' تحت آیت بیعت

(۲) "تفسیر البحر المحیط لابی حیان" ص ۲۵۸' ج ۸' تحت آیت بیعت النساء

(۳) "البدایہ" لابن کثیر' ص ۳۱۹' جلد رابع تحت حالات فتح مکہ

(۴) "تاریخ ابن عساکر" ص ۴۵۳' جلد تراجم النساء' تحت ہند بنت عتبہ

تنبیہ

بیعت کے موقع پر ہند بنت عتبہ کا کلام جو ہم نے اپنی کتابوں سے ذکر کیا ہے' اسی طرح ہند کا کلام جناب رسالت ماب ﷺ کی خدمت اقدس میں شیعہ مورخین نے بھی نقل کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر اس کا حوالہ پیش کر دینا کافی ہے۔ اہل علم رجوع فرما کر تسلی کر سکتے ہیں[1]

ضروری تنبیہ

چہار دہم صدی کے بعض مشہور مصنفین اس مقام کے مکالمہ بالا کی تفصیلات میں مورخ طبری کی روایت کے پیش نظر بعض نازیبا کلمات درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جناب ہند بنت عتبہ نے اس موقعہ پر آنجناب ﷺ کی خدمت میں بے باکی سے بڑا گستاخانہ کلام کیا۔ پھر اس مکالمے میں بے ادبی کی عبارت ذکر کی ہے۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور بناء الفاسد علی الفاسد کا نمونہ ہے۔ ہم نے مندرجہ روایات میں صحیح واقعہ باحوالہ پیش کیا ہے جس میں کوئی گستاخانہ چیز مذکور نہیں۔ مندرجہ حوالہ جات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ طبری پر اعتماد نہ کریں بلکہ خود کچھ عقلمندی سے کام لینا چاہیے۔ یہ مقام (فتح مکہ) بڑائی اور تکبر کا مظاہرہ کرنے کا موقع نہیں تھا بلکہ یہ تو صلح اور آشتی کا موقعہ ہے۔ اس مقام پر کوئی مرد بھی گستاخی اور کج کلامی نہیں کر سکتا تھا چہ جائیکہ ایک عورت جو معافی کی امید لے کر حاضر ہو رہی ہو' وہ بے باکی کے لہجہ میں کلام کرے۔ (غور کا مقام ہے) (فافہم)

---

[1] "تاریخ الفخری" ص ۹۴' تحت ذکر شئی من سیرہ معاویہ طبع اول مصری۔۔ تصنیف محمد بن علی بن طباطبا (ابن الطقطقی الشیعی) تالیف ہذا ۱۰۷ھ

مقولہ مشہور ہے کہ ؎

یک من علم را دہ من عقل باید

اس کے مطابق ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے اس موقعہ کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(۵)

جنگ یرموک میں شرکت -- ۱۳ھ

عورتوں کے مجاہدانہ کارنامے اور ہندؓ کا قول

جنگ یرموک میں جس طرح مسلمان مجاہدوں نے اس جنگ عظیم میں اپنے کارنامے پیش کیے' اسی طرح اہل اسلام کی خواتین نے اس میں پوری طرح قربانیاں پیش کیں۔ حضرت ابو سفیانؓ کا پورا گھرانہ اس میدان کارزار میں حاضر تھا۔ جیسا کہ ہم نے قبل ازیں حضرت ابو سفیانؓ کے واقعات میں ذکر کیا ہے' خود حضرت ابو سفیانؓ حاضر تھے۔ ان کے دونوں فرزند یزیدؓ بن ابی سفیانؓ اور حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان' ان کی زوجہ ہندؓ بنت عتبہ' ان کی لڑکی جویریہ بنت ابی سفیان اور پھر اس جویریہ کا زوج (حضرت ابو سفیانؓ کا داماد) یہ تمام حضرات اس میدان میں اسلام کی خاطر قربانی پیش کرنے کے لیے حاضر تھے۔ اس موقع کا قلیل سا تذکرہ حضرت ہند بنت عتبہ کے متعلق یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اہل اسلام کی عورتیں جنگ یرموک میں شریک ہوئیں اور ان اضطراری حالات میں قتال شدید میں حصہ لیا۔ حضرت ہندؓ مخالفین اسلام رومیوں کے قتال کے لیے مسلمانوں کو قتال پر ترغیب دلاتی تھیں اور دشمنوں کے خلاف تحریض کرتی تھیں۔ بعض ہنگامی حالات میں جوش دلاتے ہوئے

حضرت ہندؓ فرماتی تھیں کہ "اے مسلمانو! ان غیر مختونوں کو اپنی تیغوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

"تقول عضدوا الغلفان بسیوفکم"۔[1]

اسلام میں ان کی نہایت شاندار خدمات ہیں جو انہوں نے عمر رسیدہ ہونے کے باوجود سرانجام دیں اور میدان کارزار میں اپنے زوج سمیت شریک ہوئیں۔ یہ سب کچھ اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر اور دین متین کی اشاعت کے لیے تھا۔

(٦)

روایت حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہ چیز مروج تھی کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و اقوال اور آپ کے اعمال کو صحابہ کرامؓ ایک دوسرے سے نقل فرمایا کرتے تھے اور اس کو ایک نیکی اور سعادت سمجھ کر سرانجام دیا کرتے تھے۔ یہی چیز آگے امت مسلمہ تک دین کے پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

اس سلسلہ میں حضرت ہند بنت عتبہ سے بھی نقل روایت کا سلسلہ محدثین کے نزدیک ثابت ہے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ہندؓ سے روایت نقل فرمائی ہے اور ان کے فرزند امیر معاویہؓ نے بھی اپنی ماں (حضرت

---

[1] (۱) "فتوح البلدان" للبلاذری" ص ۱۴۱-۱۴۲، تحت یوم یرموک

(۲) "تاریخ طبری" ص ۳۶، ج ۴، تحت خبر الیرموک

(۳) "اسد الغابہ" ص ۵۶۳، ج ۵، تحت ہندؓ بنت عتبہ

(۴) "تاریخ ابن عساکر" ص ۴۳۷-۴۳۸، جلد تراجم النساء، تحت ہند بنت عتبہ۔ طبع دمشق

ہند بنت عتبہ) سے حدیث نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو[1]

وفات

حضرت ہند بنت عتبہ جنگ یرموک سے واپسی پر مدینہ طیبہ میں تشریف لائیں اور پہلے سے مدینہ طیبہ ہی میں ان کا قیام تھا اور ان کے زوج حضرت ابو سفیان بھی مدینہ منورہ میں ہی مقیم ہو چکے تھے۔ عمر کا آخری حصہ اسی مقدس شہر میں پورا کیا اور اپنے خاوند سے پہلے ان کا مدینہ منورہ ہی میں ۱۴ھ میں انتقال ہوا۔ (اگرچہ ان کی وفات کے سلسلہ میں بعض دیگر اقوال بھی پائے جاتے ہیں مگر مشہور قول کے مطابق ۱۴ھ ہی ہے) ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جس روز سیدنا ابوبکر صدیق کے والد شریف حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہما نے وفات پائی اسی روز حضرت ہند بنت عتبہ کا بھی انتقال ہوا۔

"وماتت یوم مات ابوقحافہ فی سنہ اربع عشرہ وھی ام معاویہ بن ابی سفیان"[2]۔

چند گزارشات

حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مختصر طور پر ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جو سابقہ عنوانات کے خلاصہ کے طور پر حاضر خدمت ہیں۔

---

[1] (۱) "تہذیب الاسماء واللغات" للنوادی ص ۳۵۷، جلد اول، تحت حرف الہاء (الہند)
(۲) "الاکمال فی اسماء الرجال" لصاحب المشکوۃ، ص ۲۲۳، فصل فی صحابیات تحت ہند بنت عتبہ
(۳) "تاریخ ابن عساکر" ص ۴۳۷، جلد تراجم النساء تحت ہند بنت عتبہ۔ طبع دمشق

[2] (۱) "البدایہ" لابن کثیر، ص ۵۱، ج ۷، تحت ۱۴ھ
(۲) "اسد الغابہ" ص ۵۶۳، ج ۵، تحت ہند بنت عتبہ

۱- حضرت ہندؓ بنت عتبہ کی رشتہ داری کا تعلق جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک خاندان کے ساتھ یہ ہے کہ ام حبیبہؓ بنت ابی سفیانؓ ام المومنین ہیں اور ام حبیبہؓ کے والد حضرت ابو سفیانؓ حضرت ہندؓ کے زوج ہیں۔ تو حضرت ہندؓ ام حبیبہ کے والد کی زوجہ ہیں' اس طرح یہ رشتہ داری کا دائمی تعلق موجود ہے۔

۲- حضرت ہندؓ قبیلہ قریش کی سردار اور عقل مند عورتوں میں سے تھیں اور اپنے قبیلہ کی خواتین میں ایک نمایاں حیثیت کی حامل تھیں۔

۳- قریش مکہ کی باعزت خواتین کے ساتھ مل کر مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ان کا اسلام منظور و مقبول ہوا۔ اور سابقہ خطاؤں کی معافی کا سامان ہو گیا۔

۴- ایمان و اسلام کی روشنی سے جب ہند بنت عتبہ کا قلب منور ہوا تو خود تراشیدہ خداؤں کو اپنے ہاتھوں سے ریزہ ریزہ کر ڈالا اور مسئلہ توحید کی اپنے کردار و عمل سے تصدیق کر دی۔

۵- پھر رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور ان کو آنجناب ﷺ کی جانب سے "مرحبا" کا اعزاز نصیب ہوا' اور "خوش آمدید" کے کلمات سے سرفراز ہوئیں۔

۶- نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں انہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ اظہار مودت کیا اور ان کو جواب میں ازدیاد محبت کی بشارت حاصل ہوئی جو ان کے حق میں خوش نصیبی کی علامت ہے اور خوش بختی کی دلیل ہے۔

۷- پھر ان کو دیگر خواتین کی معیت میں بیعت نبوی ﷺ کا "شرف عظیم" حاصل ہوا جو ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور اخروی نجات کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔

۸۔ بیعت کے بعد ان کو اپنے زوج کے مال سے بقدر ضرورت مصارف کی خصوصی اجازت فرمائی گئی۔

۹۔ اسلام کے احیاء اور دین متین کی اشاعت کے لیے ان کو اپنے گھرانے سمیت اسلامی جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ ان کے اخلاص ایمان کی واضح دلیل ہے۔

۱۰۔ احادیث نبوی ﷺ کو نقل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا یہ بھی ایک مستقل کار خیر ہے' اس میں بھی حضرت ہندؓ بنت عتبہ نے حصہ لیا اور اشاعت دین و تبلیغ مذہب کے ثواب میں شامل ہوئیں۔

یہ تمام چیزیں حضرت ہندؓ بنت عتبہ کی دیانت و امانت' صداقت و شرافت اور ایمان کی پختگی کی واضح علامات ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

اسلام کی ایسی نامور خواتین کو ان کی جاہلی دور کی خطاؤں اور لغزشوں کے پیش نظر برے القاب کے ساتھ یاد کرنا اور نازیبا کلمات سے ذکر کرنا مسلمانوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون۔

یعنی "ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام گنہگاری ہے' جو کوئی توبہ نہ کرے وہی ہیں ظلم کرنے والے"۔

اللہ تعالیٰ نے جب ان کو ایمان کی دولت نصیب فرمائی تو ان کی سابقہ تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمادیا اور جنت کی خوشخبری عطا فرمائی۔

قولہ تعالیٰ: "ان الحسنات یذهبن السیئات"۔

یعنی "ضرور نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں"۔

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ۔
یعنی "اسلام لانے سے سابقہ چیزیں ختم ہو جاتی ہیں اور ساقط ہو جاتی ہیں"۔
نیز سردار دو عالم ﷺ کا امت مسلمہ کے لیے فرمان ہے:
اذکروا موتاکم بالخیر۔ (یعنی اپنے موتی کو خیر کے ساتھ یاد کیا کرو)

نیز رسالت ماب ﷺ کا فرمان عالی ہے کہ "اذا ذکر اصحابی فامسکوا"۔ یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو اپنی زبان کو روک لو۔ یعنی برائی سے یاد نہ کرو۔

اس بنا پر بھی حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کو خیر کے بغیر کسی دوسری چیز کے ساتھ یاد نہیں کرنا چاہیے۔ ان کی خوبیوں کو ذکر کرنا مناسب ہے اور خامیوں کو نظرانداز کرنا لازم ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے حق میں علمائے عقائد نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ "لانذکرھم الا بخیر"۔ یعنی ہم ان کو خیر سے ہی یاد کرتے ہیں۔

ان فرمودات کے پیش نظر حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی خیر کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ اسلام ہمیں یہی ہدایات دیتا ہے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(۱)

نام ونسب:

حضرت ابو سفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کے مشہور فرزند کا پدری نسب یزید بن ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف ہے۔

اور آنموصوفؓ کی والدہ کا نام زینب بنت نوفل بن خلف ہے۔

اور یہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے سوتیلے برادر کلاں ہیں۔

آپؓ بہت جلیل القدر شخصیت تھے اور فضلاء صحابہ میں ان کا شمار کیا جاتا تھا۔

آنموصوفؓ فطرتاً شریف النفس اور سلیم الطبع واقع ہوئے تھے اور اپنے بہترین کارناموں کی بدولت ان کو "یزید الخیر" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

اور آپؓ بڑے عقیل، دانش منداور جری لوگوں میں سے تھے۔

چنانچہ علامہ الذہبیؒ نے ان کا تذکرہ بالفاظ ذیل تحریر کیا ہے:

وکان جلیل القدر شریفا سیدا فاضلا [1]

---

[1] (تاریخ الاسلام، للذہبی، ص ۲۵، ج ۲، تحت سنہ ۱۸ھ)

اور ایک دوسرے مقام میں لکھا ہے کہ:

و کان من العقلاء و الالباء و الشجعان المذکورین[1]

(۲)

قبول اسلام اور غزوہ حنین میں شرکت:

یزید بن ابی سفیانؓ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں فتح مکہ کے موقع پر اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کا اسلام جناب نبی کریم ﷺ نے قبول فرمایا۔ آپؓ عمر بھر اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے اور اعلیٰ اسلامی خدمات سرانجام دینے میں پیش پیش رہے اور بڑے فعال ثابت ہوئے۔ آپؓ اسلام کے مجاہدین میں سے ایک نامور مجاہد تھے۔

سب سے اول آپؓ نے غزوہ حنین میں شرکت کی اور غنائم میں وافر حصہ پایا۔ ان کی دینی خدمات کو محدثین اور مورخین نے بڑے عمدہ انداز میں ذکر کیا ہے۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

اسلم یزید یوم فتح مکہ وشھد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین واعطاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غنائم حنین مائہ من

---

[1] (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ص ۲۳۷، ج ۱، تحت ترجمہ یزید بن معاویہؓ)

الابل واربعین اوقیہ ولم یزل یذکر بخیر"[۱]

یعنی فتح مکہ کے روز یزید (بن ابو سفیان) اسلام لائے اور غزوہ حنین میں اپنے پیغمبر کریم ﷺ کی معیت میں شامل ہوئے۔

غزوہ ہذا میں فتح کے بعد مال غنیمت میں سے نبی اقدس ﷺ نے ان کو ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ (دراہم) عنایت فرمائے۔ اور لوگ ہمیشہ ان کو "یزید الخیر" کے نام سے ذکر کرتے تھے۔

(۳)

منصب کتابت:

نبی اقدس ﷺ کے کاتبوں کا جہاں اہل سیرت ذکر کرتے ہیں، وہاں یزید بن ابی سفیانؓ کو بھی کاتب نبوی شمار کرتے ہیں۔

چنانچہ ابن حزم نے "جوامع السیرۃ" میں نبی اقدس ﷺ کے کاتبوں کے نام جہاں ذکر کیے ہیں، وہاں ان کا نام آٹھویں مقام پر زید بن ثابتؓ اور امیر معاویہؓ کے اسماء سے قبل ذکر کیا ہے[۲]

اسی طرح علی بن برہان الدین الحلبی نے اپنی "سیرۃ حلبیہ" میں متعدد صحابہ کرامؓ کو کاتبین نبوی میں شمار کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ:

---

[۱] (۱۔ طبقات ابن سعد، ص ۱۲۷، ج ۷) القسم الثانی تحت تذکرہ یزید بن ابی سفیان)
(۲۔ البدایہ، لابن کثیر، ص ۹۵، ج ۷، تحت تذکرہ یزید بن ابی سفیانؓ)
(۳۔ تاریخ ابن عساکر، عکسی، ص ۳۰۷، ج ۱۸، تحت یزید بن ابی سفیان)
(۴۔ سیر اعلام النبلاء، للذھبی، ص ۲۳۷-۲۳۸، ج اول، تحت یزید بن ابی سفیان)

[۲] (جوامع السیرۃ لابن حزم اندلسی، ص ۲۶، تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم)

معاویہ بن ابی سفیانؓ واخوہ یزیدؓ[1]

ترجمہ : "یعنی حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ دونوں کاتب نبوی تھے"۔

دینی اعتماد کے سلسلہ میں کاتب نبوی ہونا اس شخص کے لیے وثاقت کی دلیل اور صداقت کا بہترین نشان ہے اور یہ شرف خاص خاص لوگوں کو ہی حاصل تھا۔

(۴)

منصب امارت:

جناب یزید بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طبعی صلاحیتوں کی بنا پر بڑے مستعد کارکن تھے۔ چنانچہ جس طرح نبی اقدسؐ نے ان کے برادر خورد امیر معاویہؓ کو مختلف امور پر عامل بنا کر روانہ فرمایا تھا، اسی طرح ان کو بھی نبی اقدس ﷺ نے علاقہ "تیماء" پر امیر بنا کر روانہ فرمایا۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ:

یزید بن ابی سفیانؓ امرہ (نبی اقدس ﷺ) علی تیماء۔[2]

---

[1] (سیرۃ حلبیہ، ص ۳۶۴، ج ۳، باب ذکر المشاہیر من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم)

[2] (۱- کتاب المحبر لابی جعفر بغدادی، ص ۱۲۶، تحت امراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲- فتوح البلدان للبلاذری، ص ۴۲، تحت امر وادی القریٰ وتیماء)

(۳- التاریخ لابن عساکر عکسی، ص ۳۰۶، ج ۱۸، تحت یزید بن ابی سفیانؓ)

اور ایک دیگر مقام پر مورخین نے لکھا ہے کہ:

"جناب نبی اقدس ﷺ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو قبیلہ بنی فراس (جو آپ کے ننھالی رشتہ دار تھے) کے صدقات پر عامل بنا کر روانہ فرمایا:

واستعملہ النبی ﷺ علی صدقات بنی فراس وکانوا اخوالہ[1]

دور نبوت میں بفرمان نبوی ﷺ کسی علاقہ کا امیر بنایا جانا یا بعض قبائل کے حصول صدقات پر عامل مقرر کیا جانا خاص دینی اعتماد و اخلاص عمل پر ہوتا تھا۔ ہر شخص اس منصب کا اہل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ فضل و شرف بھی یزید بن ابی سفیانؓ کو نصیب ہوا اور امیر و عامل بنائے گئے۔

(۵)

اعتماد نبوی ﷺ:

علاقہ یمن سے ایک شخص ھانی ابو مالک جو الکندی قبیلہ کے ایک معزز فرد تھے، جناب نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے ان پر خصوصی شفقت فرمائی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے برکت کی دعا فرمائی اور انہیں یزید بن ابی سفیانؓ کے ہاں ٹھہرایا۔ جناب ھانیؓ نے یزید کے ہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور پھر جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یزید کو ملک شام کی طرف امیر جیش مقرر فرما کر روانہ کیا تو ھانی یزید کے ساتھ ملک شام چلے گئے اور پھر وہیں مقیم ہو گئے۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ:

---

[1] (۱- الاصابہ لابن حجر، ص ۶۱۹، ج ۳، تحت یزید بن ابی سفیان)
(۲- التاریخ لابن عساکر عکسی، ص ۳۰۸، ج ۱۸، تحت یزید بن ابی سفیان)

هانی انه قدم علی رسول الله ﷺ من الیمن فاسلم فمسح رسول الله ﷺ علی راسه ودعاله بالبرکه وانزله علی یزید بن ابی سفیانؓ حتی خرج معه الی الشام حین وجهه ابوبکر رضی الله عنه۔[1]

مذکورہ بالا واقعہ سے جناب نبی اقدس ﷺ کا یزید بن ابی سفیانؓ پر کامل اعتماد واضح ہوتا ہے اور ان کی جانب سے فرمان نبوی کی قدردانی اور اطاعت ثابت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں جناب یزیدؓ کے حق میں بہترین فضیلت کی ہیں۔

(٦)

روایت حدیث کا شرف:

جناب نبی اقدس ﷺ سے دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح یزید بن ابی سفیانؓ نے بھی حدیث نقل کی ہے اور یہ شرف ان کو دوسرے رواۃ حضرات کی طرح حاصل ہے اور پھر ان سے دیگر صحابہ کا روایت نبوی نقل کرنا بھی ثابت ہے۔ فلہذا ان کو راوی اور مروی ہونے کے دونوں شرف نصیب ہوئے۔

۱- له عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الوضوء وعن ابی بکر.....

---

[1] (۱- طبقات ابن سعد، ص۱۴۹، ج۷، قسم ثانی تحت ھانی الھمدانی)

(۲- اسد الغابۃ لابن اثیر، ص۵۱، ج۵، تحت ھانی ابو مالک الکندی)

۲۔ روی عنہ ابو عبد اللہ الاشعری وجنادہ بن ابی امیہ۔[1]

(۷)

امیر جیش اور صدیقؓ وصایا:

اہل تاریخ و التراجم ذکر کرتے ہیں کہ ۱۲ھ میں جب حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج سے واپس تشریف لائے تو ۱۳ھ کی ابتداء میں ملک شام کی طرف اسلامی افواج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس موقعہ پر حضرت صدیق اکبرؓ نے اسلامی لشکر کے چار حصے تجویز فرمائے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، عمرو بن العاصؓ، شرجیل بن حسنہؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک ایک حصے[2] پر امیر جیش مقرر فرما کر روانہ فرمایا۔

البدایہ لابن کثیر میں ہے کہ:

ثم عقد لواء یزید بن ابی سفیان ومعہ جمہور الناس ومعہ سہیل بن عمرو واشباہہ من اہل مکہ وخرج معہ ماشیا یوصیہ بما اعتمدہ فی حربہ و من معہ من المسلمین و جعل لہ

---

[1] ۱۔ تاریخ الاسلام للذہبی، ص ۲۵، ج ۲، تحت سنہ ۱۸ھ)
۲۔ التاریخ لابن عساکر، ص ۳۰۶، ج ۱۸، عکسی تحت یزید بن ابی سفیان)
۳۔ اسد الغابۃ لابن اثیر، ص ۱۱۳، ج ۵، تحت یزید بن ابی سفیان)

[2] ۱۔ اسد الغابۃ ص ۱۱۲، ج ۵، تحت یزید بن ابی سفیانؓ
۲۔ البدایہ، جلد ۷، ص ۳، و ص ۹۵، تحت ترجمہ یزید بن ابی سفیانؓ
۳۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۲۳۸، جلد اول، تحت یزید بن ابی سفیانؓ

دمشق[1].....

اور الذہبیؒ نے یہاں اسی چیز کو بعبارت ذیل ذکر کیا ہے:

عقد له ابوبكر و مشى معه تحت ركابه يسايره و يودعه و يوصيه- و ما ذاك الا لشرفه و كمال دينه و لما فتحت دمشق امره عمرؓ عليها[2]

ابن کثیرؒ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک علم (جھنڈا) عنایت فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور اہل مکہ میں سے ان جیسے حضرات کو ان کے ہمراہ روانہ فرمایا اور خود کچھ دیر تک ان کے ساتھ چل کر وصایا فرماتے ہوئے اس جیش کو رخصت فرمایا اور ان کے لیے دمشق کی ولایت تجویز فرمائی اور علامہ الذہبی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ یزید کی سواری کے ساتھ بطور مشایعت کے چلے اور ان کو رخصت کیا اور وصایا فرمائیں۔ اور یہ بات یزیدؓ کی فضیلت اور کمال دین کے لحاظ سے آنموصوفؓ نے اختیار فرمائی۔

دیگر صدیقی وصایا:

اس موقعہ پر اکابر محدثین اور فقہاء اور اہل تراجم نے حضرت صدیق اکبرؓ کی ہدایات و وصایا جو آپ نے اسلامی جیش کے امیر یزید کو دمشق کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمائیں، بڑے عمدہ طریقہ سے مفصل ذکر کی ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ نے موطاء میں اس چیز کو بعبارت ذیل درج کیا ہے:

---

[1] (۱- البدایۃ والنہایۃ لابن کثیرؒ ص ۳، ج ۷، تحت سنہ ۱۳ھ)

[2] (سیر اعلام النبلاء، للذہبی، ج ۱، ص ۲۳۸ تحت ترجمہ یزید بن ابی سفیانؓ)

وانی موصیک بعشر لا تقتلن امراہ ولا صبیا ولا کبیرا ھرما ولا تقطعن شجرا مثمرہ ولا تخربن عامرا ولا تعقرن شاۃ ولا بعیرا اِمّا یو کل الاّ لا کلہ و لاتحرقن نخلا ولا تفرقنہ ولا تغلل ولا تجبن[1]

ان ہدایات صدیقؓ کا مفہوم حسب ذیل ہے:

حضرت صدیق اکبرؓ نے ملک شام کی طرف افواج اسلامی روانہ فرمائیں، وہ چار حصوں پر منقسم تھیں۔ ان میں سے ایک حصہ پر یزید بن ابی سفیانؓ امیر جیش تھے۔ جناب صدیق اکبرؓ دور تک پاپیادہ یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرنے کے لیے چلے گئے۔ یزیدؓ نے امیر المومنین صدیقؓ سے عرض کیا کہ آنجناب سواری پر تشریف لائیں یا مجھے سواری سے اتر جانے کی اجازت بخشیں تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آپؓ سواری سے نہ اتریں اور میں سوار بھی نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ میں فی سبیل اللہ اپنے قدموں پر چل کر ثواب حاصل کر رہا ہوں۔

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب یزیدؓ کو قتال کے متعلق ہدایات و وصایا ارشاد فرمائیں، جن میں درج ذیل امور پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی:

۱۔ کسی خاتون کو قتل نہ کرنا۔

---

[1] (۱۔ موطاء امام مالکؒ ص ۱۶۷، کتاب الجہاد تحت النھی عن قتل النساء ..... الخ، طبع دہلی)
(۲۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ ص ۶ص ۳۹، طبع ثانی، مصر)
(۳۔ فتح القدیر لابن ہمام، ص ۲۱۹، ج ۴، معہ العنایہ تحت باب کیفیۃ القتال، طبع مصر)
(۴۔ التاریخ لابن عساکر، ص ۳۱۰، ۳۱۲ ج ۱۸ عکسی تحت یزید بن ابی سفیان)
(۵۔ البدایہ لابن کثیر، ص ۳، ج ۷، تحت سنہ ۱۳ھ)
(۶۔ البدایہ لابن کثیر، ص ۹۵، ج ۷، تحت یزید بن ابی سفیانؓ)

۲- کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

۳- کسی عمر رسیدہ شخص کو قتل نہ کرنا۔

۴- کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور قطع نہ کرنا۔

۵- کسی آبادی کو برباد نہ کرنا۔

۶- کسی بکری یا اونٹ کو نہ کاٹ ڈالنا مگر کھانے کے لیے ذبح کرنا مباح ہے۔

۷- کسی کھجور کے درخت کو نہ جلا دینا۔

۸- توڑ پھوڑ نہ کرنا۔

۹- مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔

۱۰- دشمن کے مقابلہ میں بزدلی نہ دکھانا۔

چنانچہ جناب یزید بن ابی سفیانؓ ان زریں نصائح و وصایا کو حاصل کر کے ارض شام کی طرف روانہ ہوئے اور ان پر پورا عمل درآمد کیا اور اس مہم میں کامران و کامیاب ہوئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف یزید بن ابی سفیانؓ کا ایک مکتوب:

مورخین نے لکھا ہے کہ رومیوں کے بادشاہ ہرقل کو جب اسلامی افواج کے بارے معلوم ہوا کہ وہ روم میں داخل ہو رہی ہیں تو اس نے اپنی اقامت گاہ چھوڑ کر انطاکیہ شہر کا رخ کیا۔ امیر افواج یزید بن ابی سفیانؓ نے پیش آمدہ حالات سے مطلع کرنے کے طور پر مرکز میں امیر المومنین حضرت ابو بکرؓ کی طرف ایک مراسلہ تحریر کیا جو کتاب فتوح الشام میں منقول ہے۔

مکتوب کا مفہوم اس طرح ہے:

یزید بن ابی سفیان نے بسم اللہ کے بعد اس طرح ذکر کیا کہ شاہ روم کو جب ہماری اس کی طرف پیش قدمی معلوم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اہل

اسلام کا رعب ایسا ڈالا کہ وہ اپنے مقام سے چل کر انطاکیہ کے مقام پر نازل ہوا اور مدائن شام پر اپنے لشکر کے امراء کو مقرر کر کے ہمارے ساتھ قتال کا انہیں حکم دیا.....(الخ)

ان حالات میں اے امیر المومنین! اپنے حکم اور اپنی رائے سے ہمیں جلد مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس پر عمل در آمد کریں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی نصرت اور فتح طلب کرتے ہیں اور مسلمانوں کی عافیت کے طلب گار ہیں۔

آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

مکتوب ہذا کی اصل عبارت

۹۹۔ کتاب یزید بن ابی سفیان الی ابی بکرؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فان ملك الروم هرقل لما بلغه مسيرنا اليه القى الله الرعب فى قلبه فتحمل (اى ارتحل....) فنزل انطاكيه، وخلف امراء من جنده على مدائن الشام وامرهم بقتالنا..... فمرنا بامرك وعجل علينا فى ذالك برايك نتبعه ان شاء الله و نسال الله النصر والصبر والفتح وعافيه

المسلمین والسلام علیک ورحمہ اللہ (فتوح الشام ص ۲۵)[ط]

امیرالمومنین حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے مکتوب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرکز کی طرف سے لکھا کہ:

آپ کا مرسلہ خط ہمیں پہنچ گیا ہے اس میں درج ہے کہ ملک روم نے انطاکیہ کی جانب کوچ کیا اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت سے اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے خوف ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ (ہمیں کافی ہے) اور اسی کے لیے حمد و ثنا ہے۔

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرماتا تھا۔ اور اپنے ملائکہ کرام کے ذریعے ہماری خصوصی نصرت فرماتا تھا۔

یہ وہ دین ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے رعب ڈالا ہے اور وہی دین ہے جس کی آج ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مجرموں کی طرح نہیں بنائے گا۔ (بلکہ اہل اسلام کو غالب کر دے گا۔)

.... جب ان کفار کے ساتھ آمنا سامنا ہو تو اپنے معاونین سمیت ان کے خلاف قتال کرو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کئی بار قلیل جماعت کثیر جماعت پر باذن اللہ غالب رہتی ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف فوج بعد از فوج روانہ فرمانے لگے۔

[ط] ("جمہرۃ رسائل العرب" ص ۱۴۷، ج ۱، تالیف احمد زکی صفوت"، طبع اول، مصر)

جوابی مکتوب کی اصل عبارت

۱- رد ابی بکرؓ علی یزید بن ابی سفیانؓ فکتب الیه ابوبکرؓ۔

بسم الله الرحمن الرحیم -امابعد فقد بلغنی کتابک تذکرفیه تحمل ملک الی انطاکیه والقاء الله الرعب فی قلبه من جموع المسلمین' فان الله' وله الحمد' قدنصرنا و نحن مع رسول الله ﷺ بالرعب و امدنا بملائکه الکرام وان ذالک الدین الذی نصرنا الله به بالرعب ہو ہذا الدین الذی ندعوالناس الیه الیوم فوربک لایجعل الله المسلمین کالمجرمین..... فاذا القیتموهم فانهد الیهم بمن معک وقاتلهم فان الله لن یخذلک وقد نبانا الله تبارک وتعالی ان الفئه القلیله تغلب الفئة الکثیرة باذن الله.......

وجعل ابوبکر یبعث بالامداد الی الشام مددا تلو مدد۔[1]

---

[1] ("جمهرة رسائل العرب" ص ۱۴۷-۱۴۸' ج۱' "تالیف احمد زکی صفوت" طبع اول' مصر' بحواله' "فتوح الشام" ص ۲۶)

(۸)

جنگ یرموک میں جناب ابو سفیانؓ کی ہدایات

جنگ یرموک دشمنان اسلام کے خلاف (علی اختلاف الاقوال) ۱۳ھ / ۱۵ھ میں لڑی گئی اور اسلام میں یہ جنگ نہایت اہم تھی۔

اس جنگ میں جناب یزید بن ابی سفیان اسلامی لشکر کے ایک حصہ یعنی میسرہ پر امیر جیش تھے اور آپ کے والد گرامی ابو سفیانؓ بن حرب ضعف و پیری کے باوجود شریک ہوئے اور دوسری آنکھ کی بھی قربانی پیش کر کے نابینا ہو گئے اور بصارت چشمی سے معذور ہو گئے۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کو شدید قتال کا سامنا کرنا پڑا، مگر جناب یزیدؓ نے دیگر صحابہ کرامؓ کی طرح نہایت ثابت قدمی اور جرات کا مظاہرہ کیا۔

دوران جنگ بعض دفعہ جناب ابو سفیانؓ اپنے فرزند جناب یزیدؓ کو تاکید فرماتے تھے کہ:

فاتق الله یا بنی! ولا یکونن احد من اصحابک بارعب فی الاجر والصبر فی الحرب ولا اجراء علی عدو الاسلام منک۔ فقال افعل ان شاء الله۔ فقاتل یومئذ قتالا شدیدا وکان من ناحیه القلب رضی الله عنه۔[1]"

---

[1] (۱۔ "البدایہ والنھایہ لابن کثیرؒ" ص ۱۴، تحت یرموک۔

(۲۔ "سیر اعلام النبلاء للذہبی" ص ۷۸ جلد ثانی، تحت ترجمہ ابی سفیانؓ

مطلب یہ ہے کہ:

اے بیٹے! (صرف) اللہ تعالیٰ سے خوف کیجئے۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی فرد جنگی معاملہ کے متعلق اجر و ثواب میں آپ سے زیادہ راغب نہ ہو' اور دشمنان اسلام کے خلاف آپ سے زیادہ کوئی جرات مند نہ ہو' تو جناب یزیدؓ نے اپنے والد گرامی کے فرمان کے جواب میں عرض کیا' انشاء اللہ تعالیٰ میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔

چنانچہ جناب یزیدؓ نے نہایت شدید قتال کیا (اور فتح مندی سے ہمکنار ہوئے۔)

یہ واقعہ قبل ازیں ہم نے کتابچہ "حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ" تحت "اپنے بیٹے کو وصایا" درج کیا تھا۔

یہاں یزید بن ابی سفیانؓ کے بالاستقلال تذکرے کے ضمن میں ذکر کرنا مفید خیال کیا ہے۔

(۹)

ایک اہم معرکہ میں فتح

ملک شام کے علاقہ میں مختلف مقامات پر اہل اسلام کو دشمن کے ساتھ قتال کرنے اور معارضہ کے بہت مواقع پیش آئے۔

چنانچہ الطبری نے ان ایام میں ایک جنگی معارضہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

مخالفین کی افواج میں ایک توذرا نامی شخص بڑا جنگجو بہادر تھا۔ اس کے ساتھ یزید بن ابی سفیانؓ کا شدید مقابلہ ہوا پھر عام جنگ شروع ہوگئی۔ قتال کے دوران

ہی پیچھے سے خالد بن ولیدؓ آپہنچے اور اہل اسلام نے مخالفین کے ساتھ سخت قتال کیا اور وہاں سے بھاگ جانے والوں کے بغیر دشمن کے لشکریوں کو قتل کر ڈالا اور ان میں سے کوئی بچ کر نہیں گیا۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کو مال غنیمت (سواریاں لباس اور دیگر مال و متاع) بے شمار حاصل ہوا۔

پھر اس تمام مال غنیمت کو یزید بن ابی سفیانؓ نے اپنے مجاہدین رفقاء اور خالد بن الولید کے ساتھیوں میں حسب دستور تقسیم کر دیا۔

غنائم کی تقسیم کے بعد یزید بن ابی سفیانؓ دمشق کی طرف اور خالد بن الولید اپنے امیر جیش حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی طرف روانہ ہو گئے۔

وقد بلغ یزید بن ابی سفیانؓ الذین فعل تو ذرا۔ فاستقبله فاقتتلوا ولحق بهم خالد وهم یقتتلون فاخذهم من خلفهم فقتلوا من ایدیهم ومن خلفهم فاناموهم۔ فلم یفلت منهم الا الشرید۔

فاصاب المسلمون ماشاء وامن ظهر وادا ة وثیاب و قسم ذالک یزید بن ابی سفیانؓ علی اصحابه و اصحاب خالد۔ ثم انصرف یزید الی دمشق وانصرف خالد الی ابی عبیدة۔[1]"

(۱۰)

فتح مدینہ دمشق

شہر دمشق کے محاصرہ کے موقع پر مورخین نے لکھا ہے کہ صورت ذیل میں

[1] ("تاریخ طبری" ص ۵۹۸-۵۹۹، "جلد ثالث تحت" ۱۵ھ، طبع جدید مصر)

اکابر حضرات؄ محاصرہ کیے ہوئے تھے۔

مدینہ دمشق کے باب الشرق پر خالد بن الولید؄ باب توما پر عمرو بن العاص؄، باب الفرادیس پر شرحبیل بن حسنہ؄، باب الجابیہ پر ابو عبیدۃ بن الجراح؄ اور باب الصغیر جسے کیسان کہتے تھے اس پر یزید بن ابی سفیان؄ محاصرہ کیے ہوئے تھے[1]

پھر ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی تصنیف "کتاب الاموال" میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ:

دخلها یزید بن ابی سفیان من الباب الصغیر قسرا" ودخلها خالد بن الولید من الباب الشرقی صلحا۔[2]

اور جناب یزید بن ابی سفیان؄ نے فلسطین اور اردن کے علاقہ جات میں بہت فتوحات حاصل کیں۔ عمانؔ اور بصری وغیرہ کو صلح کے ساتھ فتح کیا۔[3]

(۱۱)

فتوحات سواحل دمشق

نیز دمشق کے علاقہ کی فتوحات کے سلسلہ میں مورخ ابن اثیر نے الکامل میں لکھا ہے کہ جب فتح مدینہ دمشق تمام ہو گئی تو اسلامی عساکر کے امیر الامراء جناب عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو امیر دمشق مقرر فرمایا، اور خود

۱؎ ("فتوح البلدان للبلاذری"، ص ۱۲۷، تحت فتح مدینہ دمشق)

۲؎ ("کتاب الاموال" لابی عبید القاسم بن سلام، ص ۱۷۷، روایت ۴۷۸ تحت امر دمشق و فتحها)

۳؎ ("فتوح البلدان للبلاذری" ص ۱۳۳، تحت فتح مدینہ دمشق۔

مقام فحل کی جانب روانہ ہوئے۔

جناب یزید بن ابی سفیانؓ سواحل دمشق کے مقامات کی طرف اپنے لشکر سمیت عازم سفر ہوئے۔ صیدا' عرقہ جبیل اور بیروت وغیرہ یہ دمشق کے سواحل پر شمار ہوتے تھے۔ جناب یزید موصوف کے لشکر کے مقدمہ الجیش پر ان کے برادر خورد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ امیرو نگران مقرر تھے۔ مذکورہ کئی مقامات کے لوگوں کو وقتی مصلحت کے تحت وہاں سے نکال کر جلاوطن کیا اور سواحل کے دیگر مواضع کو فتح کر کے اسلام کے زیر نگیں کر دیا' اور خصوصاً عرقہ وغیرہ کو حضرت معاویہؓ نے یزید موصوف کی نگرانی و تولیت کے تحت خود فتح کیا۔

لما استخلف ابوعبیده یزید بن ابی سفیانؓ علی دمشق وسار الی فحل۔ سار یزید الی مدینه صیدا وعرقه وجبیل وبیروت وہی سواحل دمشق علی مقدمته اخوه معاویهؓ ففتحها یسیرا" وجلا کثیرا من اهلها وتولی فتح عرقه معاویه بنفسه فی ولایه یزید۔[1]

(۱۲)

تین صحابہ کرامؓ کا طلب کیا جانا

ملک شام میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ ۱۳ھ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے۔ اس دور میں کثرت فتوحات کی بنا پر دینی مسائل کی تعلیم کی ضرورت بڑھ گئی تو

---

[1] ("الکامل لابن اثیر الجزری" ص ۲۹۶' ج ۲' تحت ذکر فتح بلاد ساحل دمشق۔)

اس وقت جناب یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مکتوب ارسال کیا کہ:

فلما استخلف عمرؓ کتب یزید بن ابی سفیانؓ الیه ان اہل الشام کثیر۔ وقد احتاجوا الی من یعلمہم القران ویفقہہم فقال اعینونی بثلاثه فخرج معاذؓ وابودرداءؓ وعبادہ (بن الصامتؓ)[۱]

یعنی یزید بن ابی سفیانؓ نے حضرت فاروقؓ کو لکھا کہ ارض شام میں کثرت سے اسلام پھیلا ہے اب یہاں ان کو قرآنی تعلیم اور دینی مسائل سمجھانے کی ضرورت درپیش ہے اس مقصد کے لیے کم از کم تین حضرات روانہ فرما کر ہماری اعانت کیجئے' تو حضرت فاروقؓ کی جانب سے اس کام کے لیے تین انصاری صحابہ حضرات معاذ بن جبلؓ ابودرداءؓ اور عبادۃ بن صامتؓ کو شام بھیجا گیا تھا۔ ان حضرات نے علاقہ شام میں پہنچ کر دینی تعلیمات بڑے احسن طریقہ سے سرانجام دیں' اور ملک کے مختلف جوانب و اطراف میں ملی خدمات کا فریضہ ادا کیا' اور مذہبی تعلیم عام کر کے اسلام کے فروغ کا باعث ہوئے۔

یہ تمام پروگرام جناب یزید بن ابی سفیانؓ کی نگرانی میں پورا ہوا۔

(۱۴۳)

ایک مراسلہ فاروقیؓ

جناب یزید بن ابی سفیانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دور میں شام کے علاقے

---

[۱] (۱- "تاریخ الاسلام للذہبی" ص ۱۱۸' ج ۲' "تحت عبادہ بن الصامتؓ" ۳۴ھ

(۲- سیر اعلام النبلاء للذہبی' ص ۲۴۸' ج ۲' تحت ترجمہ ابی درداءؓ)

میں فتوحات کے سلسلہ میں مقیم تھے اس زمانے میں مرکز اسلام مدینہ طیبہ سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب سے مختلف احکامات اور ہدایات جاری ہوتے تھے' اسی ضمن میں صاحب کنز العمال علی متقی الہندی نے ایک فاروقی مکتوب کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب سیدنا عمرؓ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک مراسلہ ارسال کیا اور ہدایت فرمائی کہ:

"حسب دستور ایک اسلامی لشکر روانہ کیجئے اور ربیعہ کے قبیلہ سے ایک شخص کو اس کا امیر جیش بنا کر اس کو پرچم دیجئے' کیونکہ میں نے ایک بار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جیش شکست نہیں کھائے گا جس کا جھنڈا ربیعہ قبیلہ کے شخص کے ہاتھ میں ہو گا۔"

عن خالد بن معدان ان عمر بن الخطابؓ كتب الى يزيدؓ (بن ابى سفيانؓ) ان ابعث جيشا وادفع لواء هم الى رجل من ربيعه فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يهزم جيش لواء هم مع رجل من ربيعه۔[1]

چنانچہ فاروق اعظمؓ کی ہدایات کی روشنی میں یزید بن ابی سفیانؓ نے عمل در آمد کیا' اور مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے' اور فروغ اسلام کی خاطر مساعی کیں۔

---

[1] ("کنز العمال"' ص ۱۴۱' ج ۷ "تحت فضائل قبائل ربیعہ" (ابو احمد الدہقانی فی الثانی) طبع اول' دکن' من حدیثہ ورجالہ ثقات)

(۱۴)

شرب خمر کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جناب یزید بن ابی سفیانؓ ملک شام میں اپنی فتوحات کے سلسلہ میں علاقہ دمشق کے والی اور حاکم تھے۔

ان کی امارت کے ایام میں اہل شام کے بعض لوگ شراب خوری کے مرتکب ہوئے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرنے لگے کہ یہ فعل ہمارے لیے حلال ہے' اور قرآن مجید کی آیت: لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا..... الخ (پ۷) سے اپنے اس فعل کا غلط جواز پیدا کرنے کے لیے اس میں تاویل کرنے لگے۔ اس صورت حال سے جناب یزید بن ابی سفیانؓ نے امیرالمومنین حضرت عمرؓ کو بذریعہ مکتوب مطلع کیا' تو حضرت عمرؓ نے جواباً حکمنامہ ارسال فرمایا کہ اس سے قبل کہ یہ لوگ کسی فساد کا باعث بنیں انہیں ہماری طرف بھیج دیں۔

چنانچہ جب یہ لوگ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو اس مسئلہ کے متعلق آپؓ نے اکابر صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب فرمایا' تو صحابہ کرامؓ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے امیرالمومنین! ہماری رائے میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کی غلط تاویل کرتے ہوئے تکذیب کی ہے اور دین میں ایسی چیز کو مشروع قرار دیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا۔ پس ان کی گردن اڑا دینی چاہیے۔

اس موقعہ پر حضرت علی المرتضیٰؓ بھی موجود تھے' مگر خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا کہ اے ابوالحسن! آپ کی

اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے جواب میں فرمایا کہ:

میری رائے یہ ہے کہ انہیں پہلے اس فعل سے رجوع اور توبہ کرنے کا موقعہ فراہم کیا جائے اگر یہ لوگ اپنے اس فعل سے توبہ کرلیں تو ان کو شراب خوری کی بنا پر اسی اسی درے لگوائے جائیں اور اگر یہ اپنے موقف سے توبہ ہی نہ کریں تو ان کی گردن اڑ دی جائے' کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کی ہے' اور اپنے دین میں انہوں نے ایسی چیز کو مشروع کیا ہے' جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا۔

چنانچہ ان لوگوں سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر کے توبہ کرلی اور پھر انہیں شراب خوری کی سزا کے طور پر اسی اسی درے لگوائے گئے۔

اکابر محدثین نے اس واقعہ کو عبارت ذیل نقل کیا ہے۔

(۸۴۵۸)...... شرب قوم من اهل الشام الخمر و عليهم يزيد بن ابی سفيان وقالوا: هی لنا حلال و تائولوا هذه الايه۔ "ليس على الذين آمنوا وعملوا الصلحت جناح فيما طعموا۔" قال: و كتب فيهم الى عمرؓ فكتب ان ابعث بهم الی۔ قبل ان يفسدوا من قبلك' فلما قدموا على عمرؓ استشار فيهم الناس فقالوا: يا امير المومنين! ترى انهم قد كذبوا على الله وشرعوا فی دينهم مالم ياذن به الله فاضرب رقابهم۔ وعلیؓ ساكت فقال: ما تقول يا ابا الحسن! فيهم؟ قال:

اری ان تستیبھم : فان تابوا جلدتھم ثمانین لشرب الخمر وان لم یتوبوا ضربت رقابھم قد کذبوا علی اللہ وشرعوا فی دینھم مالم یاذن بہ اللہ۔ فاستتابھم۔ فتابوا فضربھم ثمانین ثمانین۔[1]

(۱۵)

مقام سرغ میں ملاقات

ملک شام کی فتوحات کی طرف حضرت عمر فاروقؓ کی خاص توجہ تھی۔ وہاں اسلامی جیوش کے امراء بڑی محنت کے ساتھ کام پر لگے ہوئے تھے اور فتوحات کا سلسلہ شروع تھا۔ پھر ان حالات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہاں خود تشریف لے جانا بعض دفعہ ضروری ہو جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں مورخین نے تصریح کی ہے کہ کم و بیش چار دفعہ حضرت عمر فاروقؓ ملک شام میں تشریف لے گئے۔ دو بار ۱۶ھ میں اور دو بار ۱۷ھ میں۔ مورخ طبری نے اس مسئلہ کو عبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

فاتی عمرؓ الشام اربع مرات مرتین فی سنہ ستہ عشر ومرتین فی سنہ سبع عشرۃ......الخ[2]

---

[1] (۱- "المصنف لابن ابی شیبہ" ص۵۴۶، ج۹ کتاب "الحدود"، طبع کراچی)

(۲- شرح معانی الآثار للطحاوی، ص۸۸-۸۹، ج۲ باب حد الخمر، طبع دہلی)

(۳- المغنی لابن قدامہ، ص۱۳۹، ج۹ کتاب الاشربہ، طبع مصر)

[2] ("تاریخ طبری" ص۵۹، ج۴، تحت عنوان خروج عمرؓ الی الشام طبع جدید، مصر)

چنانچہ ۱۷ھ میں ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ شام کی طرف عازم سفر ہوئے متعدد مہاجرین و انصار حضرات شریک سفر اور ہم رکاب تھے۔ "سرغ" کے مقام پر جا کر فروکش ہوئے۔ علاقہ کے امراء الجیوش کو اطلاع ملی تو ذیل حضرات جناب فاروق اعظمؓ کی ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ یزید بن ابی سفیانؓ شرجیل بن حسنہؓ یہ حضرات جیوش کے امراء تھے اور حضرت ابو عبیدہؓ امیر الامراء تھے۔

حتی نزل بسرغ لقیه امراء الاجناد ابو عبیده بن الجراحؓ یزید بن ابی سفیانؓ و شرحبیل بن حسنه......الخ[1]

ان اکابرین حضرات رضی اللہ عنھم کے اجتماع ہذا میں علاقہ کے اہم حوائج اور احوال امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ اس ضمن میں ان حضرات نے اطلاع دی کہ:

فاخبروه ان الارض سقیمه۔[2]

یعنی جس علاقہ کی طرف جناب تشریف لے جانا چاہتے ہیں وہاں کی فضا خراب ہے اور بیماری پھیلی ہوئی ہے۔

اس موقعہ پر مختلف مشورے پیش ہوئے اور آگے سفر جاری رکھنے یا یہاں سے واپس ہونے میں بحث تمحیث ہوئی۔ آخر کار بقول مورخین عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مشورہ اور قول کو ترجیح دی گئی اور حضرت عمرؓ واپس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

---

[1] ("تاریخ طبری" ص ۵۷، ج ۴، تحت خروج عمرؓ الی الشام۔ طبع جدید، مصر)

[2] ("تاریخ طبری" ص ۵۷، ج ۴، تحت خروج عمرؓ الی الشام، طبع جدید، مصر)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ذیل فرمان نبوی ﷺ سب حضرات کے سامنے بیان کیا کہ انجناب ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی شہر یا علاقہ میں بیماری کی وبا معلوم کرو تو اس مقام میں مت جاؤ اور جہاں تم مقیم ہو وہاں وبا پھیل جائے' وہاں سے بھاگ کر مت نکلو۔

اذا سمعتم بهذا الوباء ببلد فلا تقدموا عليه - واذا وقع وانتم به فلا تخرجوا فرارا" منه...... الخ

حضرت عمر فاروقؓ نے یہ حدیث مبارک سن کر فرمایا:

فلله الحمد - انصرفوا ايها الناس! فانصرف بهم[1]۔

مختصر یہ ہے کہ اس مسئلہ پر جناب عبدالرحمٰنؓ کے قول پر فیصلہ ہو جانے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے ہم سفر حضرات مدینہ طیبہ کی طرف واپس تشریف لائے اور لشکروں کے امراء حضرات اپنے اپنے علاقہ جات کی طرف حسب موقعہ ہدایات لے کر واپس ہوئے۔ واقعہ ہذا کے ذریعہ سے واضح ہوا کہ یزید بن ابی سفیانؓ اپنے منصب کے لحاظ سے ایسے اہم مراحل میں شامل ہوتے اور ضروری مجالس میں شرکت کرتے تھے اور ملی خدمات سرانجام دینے میں پیش پیش رہتے اور فروغ اسلام کے لیے ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔

(۱۶)

وفات

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ملک شام کے بعض علاقوں کا والی مقرر فرمایا تھا۔ جیسا کہ ماقبل میں بیان

---

[1] (تاریخ طبری" ص۵۸' ج۴' تحت خروج عمر الی الشام' طبع جدید مصر)

ہوا۔ اپنے عہد ولایت کے دوران دیگر صحابہ کرامؓ کی معیت اور رفاقت کے ساتھ بہت سے علاقوں کو فتح کیا۔ یرموک' اجنادین' اردن' فلسطین' حمص اور قیساریہ وغیرہ مقامات میں ان کے فاتحانہ کارنامے ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

ان ایام میں دمشق کو فتح کر کے اسے اپنا مرکز قرار دیا ہوا تھا اور وہاں اقامت پذیر تھے۔ اتفاق سے اس علاقے میں طاعون (عمواس) کی وبا پھیل گئی جس میں متعدد صحابہ کرامؓ حضرت ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ وغیرھم کا انتقال ہوا اور یزید بن ابی سفیانؓ نے بھی دمشق میں اسی مرض سے ۱۸ھ میں وفات پائی' اور بعض مورخین نے اس طرح بھی لکھا ہے کہ یزید بن ابی سفیانؓ کا انتقال دمشق میں فتح قیساریہ کے بعد ۱۹ھ میں ہوا' اور ان سے آگے ان کی نسل نہیں جاری ہوئی' اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

یزید بن ابی سفیانؓ کی وفات کی خبر جب امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کو پہنچی تو آپ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو ان کے برادر یزید کی جگہ ملک شام کا امیر اور حاکم مقرر کر کے حکمنامہ شام روانہ کیا اور پھر حضرت ابو سفیانؓ کو ان کے فرزند یزیدؓ کی وفات پر تعزیت کی اور یزیدؓ کی جگہ ان کے برادر خورد حضرت معاویہؓ کو امیر مقرر کرنے کی خبر دی' تو حضرت ابو سفیانؓ نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین آپ نے صلہ رحمی کا تقاضا پورا کیا ہے اور قرابت داری کا لحاظ رکھا ہے۔

فلما مات یزید بن ابی سفیانؓ سنہ بضع عشرہ جاء البرید عمرؓ بموتہ ردعمرؓ البرید الی الشام بولایۃ معاویہؓ مکان اخیہ یزید ثم عزی اباسفیان فی ابنہ یزید فقال یا امیرالمومنین! من ولیت مکانہ؟ قال اخوہ معاویہؓ قال وصلت

رحما" یا امیرالمومنین[1]

اور علامہ الذہبیؒ نے مضمون ہذا کو بعبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

ثم توفی یزید فنعاہ عمرؓ الی ابی سفیانؓ فقال ومن امرت مکانہ۔ قال معاویہ۔ فقال وصلتک یا امیرالمومنین رحم، وقال خلیفہ ثم جمع عمرالشام کلھا لمعاویہ واقرہ عثمان[2]"

یعنی خلیفہ ابن خیاط لکھتے ہیں کہ یزید بن ابی سفیانؓ کے انتقال کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے شام کا تمام علاقہ حضرت معاویہؓ کے زیر تحویل کر دیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت معاویہؓ کو اس منصب پر برحال رکھا۔

اور علامہ الذہبیؒ نے اپنی تصنیف سیر اعلام النبلاء کے دوسرے مقام میں اس مسئلہ کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے۔

وتوفی یزید فی الطاعون سنہ ثمانی عشرہ۔ ولما احتضر استعمل اخاہ معاویہ علی عملہ فاقرہ عمرؓ علی ذالک احتراما" لیزید و تنفیذا" لتولیتہ[3]۔

---

[1] (۱- "البدایہ والنھایہ لابن کثیرؒ" ص ۱۱۸، ۱۲۴، ج ۸، تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ)
(۲- تاریخ ابن عساکر، عکسی، ص ۳۱۳، ج ۱۸، تحت یزید بن ابی سفیان)
(۳- فتوح البلدان، للبلاذری، ص ۱۴۷، تحت امر فلسطین)

[2] ("سیر اعلام النبلاء للذہبی، ص ۸۸، ج ۳، تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ)

[3] ("سیر اعلام النبلاء للذہبی" ص ۲۳۸، جلد اول تحت ترجمہ یزید بن ابی سفیانؓ

یعنی ۱۸ھ والے طاعون (عمواس) میں یزید بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہو گیا' اور جب یزیدؓ کی وفات قریب ہوئی تو اس نے اپنے منصب و مقام پر اپنے برادر معاویہؓ کو عامل بنایا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس چیز کا علم ہوا تو انہوں نے یزیدؓ کی تولیت کے نفاذ کے احترام کرتے ہوئے معاویہؓ کو اسی منصب پر فائز رکھا اور تبدیل نہیں کیا۔

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یزید بن ابی سفیانؓ کا حضرت عمرؓ کے نزدیک بہت اہم مقام و احترام تھا' اور آنجنابؓ نے یزید کی صلاحیت اور اسلامی خدمات کی قدردانی کے پیش نظریہ صورت اختیار فرمائی۔

"حاصل کلام"

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق مختصر سا اجمالی تذکرہ ناظرین کرام کی خدمت میں گزشتہ سطور میں پیش کیا ہے اس پر انصاف کے ساتھ نظر فرمائی جائے۔

(۱)

جناب یزید بن ابی سفیانؓ نسبؔ کے اعتبار سے بہترین شرف کے حامل ہیں کہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے علاتی (سوتیلے) برادر ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھی سوتیلے برادر کلاں ہیں۔

(۲)

حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اسلام لانے کے بعد بلا تاخیر ملی کارناموں میں مصروف ہو گئے تھے اور اولاً اسلامی غزوات میں شریک ہو کر دیگر صحابہ کرامؓ کی

طرح غنائم سے وافر حصہ حاصل کیا اور ان سے متنفع ہوئے۔

غزوہ حنین کے شرکاء کے لیے قرآن مجید میں ان کے استجاب کثرت پر تنبیہ کا ذکر ہے لیکن پھر ساتھ ہی اللہ کریم جل مجدہ کی جانب سے اپنے پیغمبر کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور مومنین پر نزول سکینہ بیان فرمائی گئی ہے اور غیر مرئی (فوج ملائکہ) کے نزول کا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں ایمان والوں کے لیے عمدہ فضیلت مذکور ہے۔

اور جو صحابہ کرامؓ اس وقت غزوہ حنین میں شریک ہوئے تھے ان میں یزید بن ابی سفیانؓ اور ان کے والد حضرت ابو سفیان اور ان کے برادر خورد حضرت امیر معاویہؓ ہر سہ ۳ حضرات شامل و شریک تھے۔

فلھذا یہ حضرات بھی اس موقع کی خیر و برکت اور فضیلت کی اشیاء سے کاملاً متنفع ہوئے۔

(۳)

حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو کاتبان نبوی ﷺ میں شامل ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا اور منصب کتابت سے نوازے گئے۔

(۴)

اور عہد نبوی ﷺ میں بعض قبائل کے لیے امیر و عامل بنائے گئے۔

(۵)

نیز عہد رسالت میں ان پر پورا اعتماد کیا جاتا تھا اور آپؓ ایک اہم ذمہ دار شخصیت تھے۔ اس بنا پر جناب نبی کریم ﷺ کے ملاقاتیوں کو بعض دفعہ ان کے پاس ٹھہرایا جاتا تھا۔ یہ اعزاز بھی یزید بن ابی سفیانؓ کو حاصل ہوا۔

(۶)

روایت حدیث نبوی ﷺ کی فضیلت بھی ان کو حاصل ہوئی اور اس شرف سے مشرف ہوئے۔

(۷)

علاقہ شام میں افواج اسلامی کے امیر بن کر فتوحات کثیرہ کے باعث ہوئے اور وہاں فروغ اسلام کے لیے بے شمار اہم خدمات سرانجام دیں، اور اشاعت دین کا اہتمام کیا۔ ان چیزوں کا ذکر تاریخی کتب میں تفصیلات کے ساتھ موجود ہے، اور مختصر سے حالات ہم نے بھی ذکر کر دیے ہیں۔ دور صدیقی اور دور فاروقی دونوں ایام میں جناب موصوف کے ملی کارنامے قابل ستائش ہیں۔

(۸)

دین اور اسلام کے احیاء اور فروغ میں ہی جناب "یزید الخیر" کی زندگی کا خاتمہ بالخیر ہوا اور طاعون کی بیماری سے شرف شہادت حاصل کیا۔ رضی اللہ عنہ

خلاصہ یہ ہے کہ اول سے آخر تک اپنی تمام عمرانہوں نے دینی خدمات میں اور اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے صرف کر دی۔ یہ بخت اور نصیب انہی حضرات کا حصہ تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) لہٰذا یہ حضرات اسلام میں اپنے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے مدح و ستائش کے لائق ہیں نہ کہ نفرین و مذمت کے قابل۔ اور ان تمام امور فضیلت اور ملی کارناموں کے باوجود اگر بعض لوگوں کو یہ حضرات اسلام کے دشمن نظر آتے ہیں تو یہ ان کی نظر و فکر کا قصور ہے یہ مجاہدین اسلام کا قصور نہیں۔ خوب غور فرمادیں۔

مختصر سوانح

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب: حضرت ابو سفیان (صخر) بن حرب رضی اللہ عنہ کی ایک خوش نصیب دختر رملہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ ہیں جو اپنی کنیت ام حبیبہ کے ساتھ معروف ہیں۔

جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت زوجیت کی بنا پر انہیں "ام المومنین" ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے۔

کتابچہ ھذا کی ابتدا میں جناب ام حبیبہؓ کا اجمالی تذکرہ آ چکا ہے لیکن یہاں کتابچہ کے آخر میں ذرا تفصیل سے ان کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی عمہ (پھوپھی) تھیں[1]۔

اور ام حبیبہؓ یزید بن ابی سفیانؓ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ کی سوتیلی بہن تھیں۔ (اہل علم کی اصطلاح میں اسے علاتی خواہر کہتے ہیں۔)

---

[1] ("طبقات ابن سعد" ص ۶۸، ج ۸، تحت ترجمہ ام حبیبہؓ (طبع لیدن)

عقد اول

ام حبیبہؓ کا نکاح اولاً عبید اللہ بن جحش سے ہوا اور ان سے ایک دختر حبیبہؓ متولد ہوئی اسی بنا پر ان کی کنیت ام حبیبہ مشہور ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ قدیم الاسلام تھیں۔ جس وقت مسلمانان مکہ کی ایک جماعت نے پہلی مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو ام حبیبہؓ اپنے زوج عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ ہجرت حبشہ اولیٰ میں شریک ہوئیں۔

حبشہ پہنچ کر کچھ مدت کے بعد عبید اللہ بن جحش اسلام سے منحرف ہو کر نصرانی ہو گیا اور اس کے بعد حبشہ ہی میں فوت ہو گیا۔[1]

مگر ام حبیبہؓ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں اور ان کے ایمان و یقین میں کوئی فرق نہیں آیا۔

عقد ثانی

عبید اللہ بن جحش کے انتقال کے بعد جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الضمری کے ذریعے محرم ابتداء ۷ھ میں نجاشی کے ہاں حبشہ میں ام حبیبہؓ سے نکاح کے لیے پیغام ارسال فرمایا۔

اصحمہ بادشاہ حبشہ النجاشی نے اپنی ایک خادمہ مسماۃ ابرہ کے ذریعے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح ام حبیبہؓ کو پہنچایا اور کہا کہ اگر آپ رضامند ہوں تو اپنا وکیل نکاح مقرر کریں۔ چنانچہ ام حبیبہؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہی خاندان سے قریبی رشتہ دار خالد بن سعید بن العاص بن امیہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔

---

[1] ("سیر اعلام النبلاء للذہبی" ص۱۵۶، ج۲، تحت ام حبیبہؓ

اس پر نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح چار صد دینار حق مہر کے عوض جناب نبی اقدس ﷺ سے کر دیا اور حق مہر کی رقم اپنی طرف سے ادا کی، اور پھر ام حبیبہؓ کو بعض مورخین کے قول کے مطابق جناب شرحبیل بن حسنہؓ کے ہمراہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ طیبہ روانہ کیا۔[1]

اور بقول بعض علماء (مثلاً ابن حبان) کے بیان کے مطابق حضرت ام حبیبہؓ کی ارض حبشہ سے رخصتی ہاشمی بزرگ جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ حضرت جعفرؓ نے جناب ام حبیبہؓ کو نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچایا۔

فخرجت ام حبیبہؓ مع جعفر بن ابی طالبؓ من ارض الحبشہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2]

(واضح ہو کہ جناب ابو سفیان تاحال اسلام نہیں لائے تھے۔)

اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے مقامات ذیل کی طرف اہل علم رجوع کر سکتے ہیں۔

(۱- "طبقات ابن سعد"، ص ۶۹-۷۰، ج ۸، تحت ام حبیبہؓ، طبع لیدن۔

(۲- "سیرۃ حلبیہ لعلی بن برہان الدین الحلبی" ص ۵۷-۵۸، ج ۳، تحت احوال خیبر، طبع مصر۔

(۳- "البدایہ لابن کثیر"، ص ۱۴۳-۱۴۴، ج ۴، تحت تزویج ام حبیبہؓ

(۴- "مسند امام احمدؒ"، ص ۴۲۷، ج ۶، تحت حدیث ام حبیبہؓ

(۵- "التاریخ لابن عساکر کامل"، ص ۷۴-۷۵، جلد تراجم النساء، طبع دمشق۔ (تحت رملہ بنت ابی سفیانؓ)

(۶- زرقانی شرح مواہب اللدنیہ، ص ۲۴۳-۲۴۴، ج ۳، تحت ام حبیبہؓ

---

[1] ("سیر اعلام النبلاء للذہبی"، ص ۱۵۶، جلد ثانی تحت ام حبیبہؓ)

[2] ("کتاب الثقات لابن حبان"، ص ۱۴۰، ج ۲، تحت ذکر ام حبیبہؓ و میمونہؓ طبع دکن)

بعض فضائل

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضل و شرف کی چیزوں میں علماء کرام نے ایک بات تو یہ ذکر کی ہے کہ:

وھی من بنات عم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی ازواجہ من ھی اقرب نساء الیہ منھا۔[1]

یعنی سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دادیالی خاندان میں سے جناب کی ازواج مطہرات میں ام حبیبہؓ سب ازواج سے نسبتاً" زیادہ قریب ہیں اور دیگر ازواج مطہرات باعتبار قبیلہ کے اتنی قریب نہیں جتنا قدر کہ ام حبیبہؓ نزدیک تر تھیں۔

یعنی ام حبیبہؓ کا سلسلہ نسب: ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف ہے اور جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک بھی اس طرح ہے کہ ہاشم کے والد عبدمناف ہیں۔ گویا عبدمناف دادا مشترک ہیں۔ جبکہ دیگر امہات المومنین کو آبائی نسل و نسب سے اس طرح کا قرب حاصل نہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حق میں دوسری چیز یہ ذکر کی جاتی ہے کہ:

○ ولا فی نسائہ من ھی اکثر صداقا" منھا۔

یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے

---

[1] سیر اعلام النبلاء' للذھبی' ص ۱۵۵' ج ۲' تحت حالات ام المومنین ام حبیبہؓ)

[2] ("سیر اعلام النبلاء للذھبی" ص ۱۵۵' ج ۲' تحت ام حبیبہؓ ام المومنین۔

جتنا قدر زیادہ حق مہر حضرت ام حبیبہؓ کا تھا اتنی مقدار کسی دیگر زوجہ محترمہ کا حق مہر مقرر نہیں ہوا۔

یہ بات بھی ان کے لیے بہت فخر اور شرف کی شمار کی جاتی ہے۔

احترام نبوی ﷺ

حضرت ام حبیبہؓ کو اپنے پیغمبر کریم ﷺ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوگیا اور مدینہ طیبہ میں آپؓ دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ اقامت پذیر ہوئیں' اور جو فضائل و کمالات ازواج مطہرات و امہات المومنین کو حاصل ہیں ان میں ان کو شمولیت نصیب ہوئی۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نہایت شریف الطبع نیک مزاج باوقار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ آپؓ کو جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ انتہائی عقیدت تھی اور آپؓ بہت بڑی خدمت گزار اہلیہ تھیں۔

احترام نبوی ﷺ کے سلسلہ میں ایک واقعہ اہل سیرت و التاریخ نے ذکر کیا ہے جس میں ان کے جوش ایمان کا منظر پایا جاتا ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ تاحال اسلام نہیں لائے تھے کہ انہیں ایک بار مدینہ منورہ آنے کا اتفاق ہوا۔ اس موقعہ پر آپؓ اپنی دختر ام حبیبہؓ کے پاس ملاقات کے لیے پہنچے اور مکان کے اندر نبی اقدس ﷺ کے بچھے ہوئے بستر مبارک پر بیٹھنے کا قصد کیا' تو جناب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فوراً اٹھیں اور فراش نبوی ﷺ کو لپیٹ دیا اور اپنے والد کو کہنے لگیں: یہ نبی اقدس ﷺ کا فراش ہے اور آپ مشرک اور نجس ہیں اس لیے اس بستر مبارک پر نہیں بیٹھ سکتے...... (الخ) اس پر ابوسفیان برہم ہوئے اور کہا کہ ہمارے پاس سے آنے کے بعد تجھے شر لاحق ہوگیا ہے یعنی تیرا مزاج خراب ہوگیا ہے۔

فدخل علی ابنته ام حبیبه ؓ فلما ذهب

ليجلس على فراش النبى صلى الله عليه وسلم طوته دونه' فقال يا بنيه أرغبتِ بهذا الفراش عنى ام بى عنه فقالت بل هو فراش رسول الله وانت امرء نجس مشرك- فقال يا بنيه لقد اصابك بعدى شر[1]

خیبر کی آمدنی سے حصہ

۷ھ کی ابتدا میں خیبر فتح ہوا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جبشہ سے واپس تشریف لا چکی تھیں۔

جناب نبی اقدس ﷺ نے خیبر کی آمدنی میں سے دیگر ازواج مطہرات ؓ کے مطابق اسی (۸۰) وسق کھجور اور بیس وسق جو جناب ام حبیبہ ؓ کو عنایت فرمائے۔ وسق اس دور کا ایک پیمانہ تھا جو ساٹھ صاع کے برابر تھا' اور صاع قریبا ساڑھے تین سیر کے مساوی تھا۔

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ:

واطعم رسول الله ﷺ ام حبيبه ؓ بنت ابى سفيان ؓ بخيبر ثمانين وسقا تمرا وعشرين وسقا شعيرا-[2]

---

[1] (۱- "طبقات ابن سعد" ص ۷۰' ج ۸' تحت ام حبیبہ ؓ (طبع لیدن)
(۲- البدایہ والنہایہ لابن کثیر ؒ' ص ۲۸' ج ۸' تحت سنہ ۴۴ھ)
(۳- الاصابہ معہ الاستیعاب' ص ۲۹۹' ج ۴' تحت رملہ بنت ابی سفیان ؓ)
(۴- التاریخ لابن عساکر' ص ۹۰' تراجم النساء' تحت رملہ بنت ابی سفیان ؓ طبع دمشق)
(۵- سیر اعلام النبلا للذہبی' ص ۱۵۸' جلد ثانی)

[2] ("طبقات ابن سعد" ص ۷۱' ج ۸' تحت ام حبیبہ ؓ طبع لیدن)

روایت حدیث

خوش بخت جناب ام حبیبہؓ کو شرف زوجیت نبوی ﷺ نصیب تھا اور آپ صحبت نبوی ﷺ سے مستفیض ہوتی تھیں، اور دینی مسائل حاصل کرتی تھیں۔ چنانچہ دیگر ازواج مطہراتؓ کی طرح حضرت ام حبیبہؓ نے بھی بہت سی احادیث اور فرمودات نبوی ﷺ امت مسلمہ کے لیے نقل فرمائے ہیں۔

آپ سے روایت حدیث نقل کرنے والوں میں متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آپؓ کے برادر حضرت امیر معاویہؓ عتبہ بن ابی سفیانؓ اور ام حبیبہ کی دختر حبیبہ بنت عبیداللہ اور حضرت انس بن مالکؓ وغیرھم۔[1]

نقل حدیث کی فضیلت میں جناب ام حبیبہؓ کا حصہ وافر موجود ہے۔ بقول بعض علماء ان سے (۶۵) روایات مروی ہیں۔ اللہ اعلم۔

اتباع سنت

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جناب ام حبیبہؓ کے والد گرامی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور یہاں علی اختلاف الاقوال ۳۱ھ میں آن موصوف کا انتقال ہوا۔

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے والد کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ نے اتباع سنت کے موافق صرف تین یوم سوگ منایا اور تیسرے دن خوشبو منگوا کر اسے استعمال کیا۔

---

[1] (۱۔ "مسند امام احمد"، ص ۳۲۵، ۴۲۵، ج ۶، تحت حدیث ام حبیبہؓ)

(۲۔ التاریخ لابن عساکر، ص ۷۴-۷۵، جلد تراجم النساء، طبع دمشق)

(۳۔ اسد الغابہ لابن اثیر، ص ۴۵۸، ج ۵، تحت رملہ بنت ابی سفیانؓ)

(۴۔ زرقانی، شرح مواهب اللدنیہ، ص ۲۴۵، ج ۳، تحت ام حبیبہؓ)

اور فرمایا کہ میں نے جناب نبی اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جو خاتون اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ (حداد) سوگ کرے، مگر جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اسے چار ماہ دس دن سوگ کرنے کی اجازت ہے۔"

ان ام حبیبہؓ لما جاءھا نعی ابیھا دعت بطیب فمسحت ذراعیھا و قالت مالی بالطیب من حاجه لولا انی سمعت النبی ﷺ یقول لایحل لامراہ تؤمن باللہ والیوم الاخران تحد علی میت فوق ثلاث الاعلی زوج اربعه اشھر وعشرا۔[1]

مطلب یہ ہے کہ اتباع سنت کا لحاظ اور فرمان نبوت کی رعایت کرنا ان حضرات کے لیے مقصد حیات تھا اور ہر مرحلہ پر اس چیز کو پیش نظر رکھتے تھے۔

امت مسلمہ کے حق میں ان شرعی مسائل پر عمل درآمد کرنے کی یہ تعلیم و تلقین موجود ہے۔

دمشق روانگی

نبی اقدس ﷺ کے انتقال کے بعد آں محترمہ کی اقامت عموماً مدینہ طیبہ میں رہی۔

---

[1] (۱۔ "جمع الفوائد من جامع الاصول" ص ۲۱۵، ج ۱، تحت العدۃ والاستبراء الاحداد (الخ)

(۲۔ بخاری شریف، ص ۸۰۳-۸۰۴، ج ثانی کتاب النکاح، باب تحد المتوفی عنھا.... الخ)

(۳۔ طبقات ابن سعد، ص ۷۰، ج ۸، تحت ام حبیبہ "طبع لیدن)

(۴۔ مسند الحمیدی، ص ۱۴۶، جلد اول، تحت احادیث ام حبیبہ"

لیکن بقول بعض مورخین بعض دفعہ حضرت موصوفہ نے دمشق کی جانب سفر اختیار کیا وہاں ان کے برادر حضرت امیر معاویہؓ مقیم تھے ان کی ملاقات پیش نظر تھی۔ چنانچہ ابن عساکر نے لکھا ہے۔

وقدمت دمشق زائرہ لاخیہا معاویہؓ۔[1]

حقوق العباد کالحاظ اور فکر آخرت

جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے حضرت ام حبیبہؓ عام طور پر مدینہ منورہ میں اقامت پذیر رہیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب عمر آخر ہو گئی اور انتقال قریب ہوا تو فکر آخرت کی بنا پر آنموصوفہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہاں بلایا اور کہا کہ:

الضرائر (سوکنوں) کے درمیان جو کچھ واقع ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے درمیان بھی ہوتا رہا' (آپؓ ان چیزوں سے درگزر فرمائیں) تو حضرت صدیقہؓ نے فرمایا:

"اللہ کریم آپ کو اور مجھے معاف فرمائیں میں نے ان تمام باتوں سے درگزر کیا اور تجھے معاف کر دیا۔"

جناب ام حبیبہؓ فرمانے لگیں کہ "تم نے مجھے خورسند اور خوش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے۔"

پھر اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ام حبیبہؓ نے پیغام ہذا ارسال کیا تو انہوں نے بھی باہمی معافی کر دینے کا جواب بھیجا۔

قال سمعت عائشہ تقول دعتنی ام حبیبہؓ زوج

---

[1] (۱- ابن عساکر' ص ۷۰' جلد تراجم النساء' طبع دمشق)

(۲- سیر اعلام النبلاء للذہبی' ص ۱۵۵' ج ۲' تحت ام حبیبہؓ)

النبی ﷺ عند موتها فقالت قد کان یکون بیتا وبین الضرائر فغفر اللہ لی ولک ما کان من ذالک فقلت غفر اللہ لک ذالک کلہ تجاوذت وحاللتک من ذالک۔ فقالت سررتنی سرک اللہ. وارسلت الی ام سلمہ فقالت لھا مثل ذالک[1]

واقعہ ہذا جناب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کمال تقوی اور خشیت الٰہی پر دال ہے، اور اہل اسلام کے لیے اس میں دوسرے شخص کے حقوق کی رعایت کا سبق دیا گیا ہے، اور یہاں سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے کہ فوت ہونے والے مسلمان کو اپنے حقداروں سے حقوق کی معافی کرانی چاہیے۔

نیز مرنے کے بعد دیگر تعلق داروں کو میت کی خطاؤں سے درگزر کرنا اور معاف کردینا بہتر طریق ہے تا کہ فوت ہونے والے کی آخرت کا معاملہ صاف ہو جائے۔

وفات

اس کے بعد ۴۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ یہ زمانہ ان کے برادر حضرت معاویہؓ کا دور خلافت تھا۔ بقول بعض اہل التاریخ جناب ام حبیبہؓ کی عمر اس وقت قریباً ۷۳ برس کی تھی۔

---

[1] (۱- "طبقات ابن سعد" ص ۷۱، ج ۸، تحت ام حبیبہؓ (طبع لیدن)
(۲- البدایہ، لابن کثیرؒ ص ۲۸، ج ۸، تحت سنہ ۴۴ھ، طبع اول، مصری)
(۳- التاریخ لابن عساکر، ص ۹۲، جلد تراجم النساء، تحت رملہ بنت ابی سفیانؓ)
(۴- سیر اعلام النبلا للذہبی، ص ۱۵۹، جلد ثانی، تحت ام حبیبہؓ)

جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور دیگر ازواج مطہراتؓ کے ساتھ ان کا مزار ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین)[1]

۱- وتوفیت سنه اربع واربعین فی خلافه معاویه بن ابی سفیان

۲- قال ابوعبید القاسم بن سلام توفیت ام حبیبه سنه اربع واربعین۔[2]

اختتامی کلمات

کتابچہ ہذا میں مشہور صحابی حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان (اہلیہ ہند بنت عتبہ، نامور فرزند یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے چند احوال اور مختصر سوانح پیش کیے ہیں، اور حوالہ جات ساتھ ساتھ ذکر کر دیئے ہیں۔

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ مندرجہ احوال پر نظر فرما کر غور فرمائیں کہ ان حضراتؓ کا اسلام میں کیا مقام ہے؟ اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد کیا کچھ دینی خدمات سرانجام دی ہیں؟ اور اپنے پیغمبر کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی اطاعت اور غلامی میں کس طرح اپنی تمام زندگی صرف کر دی؟ اور اشاعت اسلام کے لیے کس قدر مساعی فرمائیں؟ اور ملی کارناموں کو کس قدر فروغ بخشا؟ یقیناً یہ حضرات کتاب و سنت کی رو سے مخلص مومن اور باکردار متقی عادل مسلمان اور ہدایت یافتہ شخصیات ہیں۔

---

[1] "طبقات ابن سعد"، سعد ۷۱، ج ۷، تحت ام حبیبہؓ

[2] (۱- البدایہ لابن کثیرؒ ص ۱۴۵، ج ۴، تحت فصل فی تزویج النبیؐ (الخ)
(۲- تاریخ ابن عساکر، ص ۷۰، جلد تراجم النساء، طبع دمشق)

مخالفین احباب حضرت ابو سفیانؓ اور ان کی اہلیہؓ اور ان کی اولاد پر بہت کچھ نقد و اعتراضات حتیٰ کہ تبرا تک کیا کرتے ہیں اور پنجگانہ نماز کے بعد سب و شتم کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض تاریخی روایات کی بنا پر ان حضرات کے خلاف پروپیگنڈا اور نقد و اعتراض کرنا اور اہل اسلام میں ان کے خلاف تنفر پھیلانا ہرگز روا نہیں۔ کتاب و سنت کے ارشادات کے بالمقابل تاریخی روایات کی کوئی حیثیت وزن نہیں۔ تاریخ کے ملغوبات میں بیشتر جھوٹ دروغ گوئی اور افتراء پایا جاتا ہے اور بے سروپا واقعات درج ہوتے ہیں۔ یہاں توجہ کے قابل یہ چیز ہے کہ سید دو عالم ﷺ کا معاملہ قولاً و عملاً ان حضرات کے ساتھ کس طرح تھا؟ اور آنجناب ﷺ نے ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا؟ بس یہ چیز فیصلہ کن و معیار حق ہے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ نیز سردار دو جہاں ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اپنے فوت شدگان کو گالی مت دو اور برا بھلا نہ کہو، کیونکہ جو کچھ انہوں نے اعمال کیے اس کی طرف وہ پہنچ چکے ہیں۔

لاتسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ماقدموا۔ رواہ البخاری[1]۔

اور امت مسلمہ کو ہدایت فرمائی کہ:

اذا مات صاحبکم فدعوه (بحوالہ ترمذی و داری)[2]

یعنی جب ایک تمہارا ساتھی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کی برائی مت کرو۔)

اہل اسلام کے لیے ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھنا ضروری امر ہے، اور ان

---

[1] ("مشکوۃ شریف" ص ۱۴۵، باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا۔)

[2] (۱- "مشکوۃ شریف" ص ۲۸۱، الفصل الثانی باب عشرۃ النساء وما لکل واحد من الحقوق۔)

(۲- السنن للدارمی، ص ۲۹۲، باب فی حسن معاشرۃ النساء)

فرمودات پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ ورنہ عاقبت برباد ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو از سخنم پند گیر خواہ ملال

آخری گزارش

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں بڑے ابتلاء اور امتحان و آزمائش کا دور ہے۔ مسائل میں افراط و تفریط حد سے زیادہ ہوگئی ہے۔ سلف صالحینؒ کے طریقہ پر قائم رہنا ایک امر مشکل بن گیا ہے۔ بنابریں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھا گیا ہے کہ یہ جو کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مدائح و سوانح اور ملی خدمات تحریر کیے جا رہے ہیں یہ جمہور اہل السنہ والجماعہ کے مسلک کے مطابق ذکر کیے ہیں۔ ہمارے نزدیک جناب نبی کریم ﷺ کی اولاد شریف سمیت تمام صحابہ کرامؓ معزز محترم ہیں اور ان کے ساتھ عقیدت مندی عین ایمان ہے۔ ان کی اقتداء و اتباع کرنا متاع اسلام ہے۔ قیامت میں ان کی اُخروی معیت حاصل ہو جانا عظیم سعادت ہے۔

ان تحریرات میں کسی طبقہ کی "جانب داری" ہمیں مقصود نہیں اور نہ ہی "قبیلہ نوازی" پیش نظر ہے۔ نہ ہی اس دور کا "جماعتی تحزب" سامنے ہے اور نہ کسی سے شاباش حاصل کرنا مقصود ہے۔ ہمارا یہ کام محض رضائے الٰہی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے حصول کے لیے ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دفاع کے طور پر ہے۔ لہٰذا ہماری اس کاوش سے غلط مقاصد ہرگز نہ لیے جائیں۔ آخر میں اپنے مالک کریم جل شانہ سے التجا ہے کہ خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے اور شفاعت انبیاء علیہم السلام و سفارش صلحاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین سے متمتع فرمائے۔

واخردعوناان الحمدلله رب العالمین وصلی الله تعالی علی خیر خلقه و حبیبه وعلی اله و اصحابه وصلحاءامته اجمعین

(شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ' جنوری ۱۹۹۴ء)

دعاجو ناچیز محمد نافع عفااللہ عنہ

محمدی شریف' ضلع جھنگ' پنجاب پاکستان

فہرست کتب استفادہ نمودہ برائے کتابچہ

حضرت ابو سفیانؓ اور ان کی اہلیہ

اسماء کتب	سنہ توفی / تالیف
۱۔ کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۲۔ المصنف لعبد الرزاق	۲۱۱ھ
۳۔ سیرۃ ابن ہشام (ابو محمد عبد الملک بن ہشام الحمیری)	۲۱۳-۱۸ھ
۴۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام	۲۲۴ھ
۵۔ طبقات ابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی	۲۳۰-۳۵ھ
۶۔ نسب قریش لمصعب الزبیری (المصعب بن عبد اللہ بن المصعب الزبیری)	۲۳۶ھ)
۷۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ابو عمرو خلیفہ ابن خیاط)	۲۴۰ھ
۸۔ کتاب المحبر لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی	۲۴۵ھ
۹۔ صحیح بخاری شریف لامام محمد بن اسماعیل بخاری (طبع نور محمدی)	۲۵۶ھ
۱۰۔ صحیح مسلم شریف لامام مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۰-۶۱ھ
۱۱۔ المعرفہ والتاریخ لابی یوسف یعقوب بن سفیان البسوی	۲۷۷ھ
۱۲۔ فتوح البلدان احمد بن یحیٰی البلاذری	۲۷۷-۷۹ھ
۱۳۔ تاریخ طبری (محمد بن جریر ابی جعفر طبری)	۳۱۰ھ
۱۴۔ جوامع السیرۃ لابن حزم	۴۵۶ھ
۱۵۔ السنن الکبریٰ بیہقی (لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی)	۴۵۸ھ
۱۶۔ کتاب الکفایہ للخطیب بغدادی	۴۶۳ھ

١٧- الاستیعاب لابن عبد البر اندلسی مع اصابہ ٤٦٣ھ
١٨- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض القرن السادس ٥٤٤ھ
١٩- مختصر تاریخ ابن عساکر عبد القادر (ابن بدران) ٥٧١ھ
٢٠- اسد الغابہ فی معرفہ الصحابہ لابن اثیر جزری ٦٣٠ھ
٢١- جامع الاصول لابن اثیر الجزری
٢٢- تہذیب الاسماء واللغات للنواوی (الشیخ محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف) ٦٧٦ھ
٢٣- مشکوۃ شرف (ولی الدین خطیب تبریزی' سن تالیف) ٧٣٧ھ
٢٤- تاریخ الاسلام للذہبی (حافظ ابو عبد اللہ بن عثمان الذہبی) ٧٤٨ھ
٢٥- سیر اعلام النبلاء للذہبی ٧٤٨ھ
٢٦- المنتقی للذہبی ٧٤٨ھ
٢٧- العبر فی خبر من غبر للذہبی ٧٤٨ھ
٢٨- الصارم المسلول علی شاتم الرسولؐ لابن تیمیہ (احمد بن عبد الحلیم) ٧٢٨ھ
٢٩- تفسیر القرآن العظیم لاسماعیل ابن کثیر دمشقی ٧٧٤-٧٥ھ
٣٠- البدایہ والنہایہ لابن کثیر عماد الدین الدمشقی ٧٧٤-٧٥ھ
٣١- شرح مسلم اکمال اکمال المعلم شرح مسلم لامام ابی عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی لمالکی ٨٢٧-٢٨ھ
٣٢- المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر العسقلانی ٨٥٢ھ
٣٣- الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر العسقلانی ٨٥٢ھ
٣٤- تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی ٨٥٢ھ
٣٥- شرح مسلم السنوسی (اکمال الاکمال لامام ابی عبد اللہ بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی) ٨٩٥ھ
٣٦- فتح المغیث للسخاوی شرح الفیتہ الحدیث للعراقی ٩٠٢ھ
٣٧- الدر المنثور للسیوطی (جلال الدین عبد الرحمٰن) ٩١١ھ
٣٨- الحاوی للفتاوئ للسیوطی ٩١١ھ
٣٩- خلاصہ تذہیب الکمال للخزرجی (صفی الدین احمد بن عبد اللہ) تالیف ٩٢٣ھ

۴۰۔ تاریخ الخمیس تالیف الشیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری ۹۶۰ھ
۴۱۔ تنزیہ الشریعہ لابن عراق الکنانی (علی بن محمد بن عراق الکنانی) ۹۶۳ھ
۴۲۔ الفتاوی الحدیثیہ لابن حجر المکی الہیتمی (احمد بن حجر الہیتمی مکی) ۹۷۳-۷۵ھ
۴۳۔ کنز العمال طبع اول دکن (علی متقی السندی) ۹۷۵ھ
۴۴۔ شرح الشفاء لعلی القاری" ۱۰۱۴ھ
۴۵۔ نسیم الریاض شرح الشفا للخفاجی القاضی عیاض احمد شہاب الدین الخفاجی ۱۰۱۴ھ
۴۶۔ عقیدۃ السفارینی (الشیخ محمد بن احمد السفارینی الحنبلی) ۱۱۷۳ھ

کتب شیعہ

۱۔ مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصفہانی الشیعی ۳۵۶ھ
۲۔ تاریخ الفخری (محمد بن علی بن طباطبا (ابن طقطقی) الشیعی تالیف ۷۰۱ھ
۳۔ منتخب التواریخ از محمد ہاشم خراسانی الشیعی ۱۳۵۲ھ
۴۔ منتہی الامال (از شیخ عباس القمی) الشیعی ۱۳۵۹ھ

مختصر سوانح مؤلف

اسم: (مولانا) محمد نافع عفا اللہ عنہ ولد حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ

وجہ تسمیہ: حضرت مولانا محمد نافع کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹۱۴ء حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔

ان ایام میں حاجیوں کی سواری کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان سفر کے لئے اونٹ استعمال ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کے لئے اونٹوں کی سواری اختیار کی اور مدینہ طیبہ کے "نافع" نامی ایک شخص سے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ آپ کو اپنے اس شتربان کا نام بہت پسند آیا۔

مولانا عبدالغفور صاحبؒ جب حج سے واپس تشریف لائے تو قریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء میں آپ کے ہاں فرزند متولد ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس کا نام "نافع" تجویز کیا اور اسم "محمد" تبرکاً شامل کر کے "محمد نافع" رکھا۔

پیدائش

ایک اندازہ کے مطابق ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب)

(یہ تاریخ اندازاً ذکر کی گئی ہے ورنہ صحیح تاریخ پیدائش کہیں تحریراً نہیں پائی گئی)

تعلیم وتربیت

آں موصوف نے اپنے والد گرامی سے ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد ابتدائی دینی کتب کی تعلیم استاذ مولانا اللہ جوایا شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۶۲ھ) اور اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ سے حاصل کی۔

اور پھر اس کے بعد مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کچہری بازار لائل پور (فیصل آباد)

میں داخل ہوئے جہاں مولانا محمد مسلم صاحب عثمانیؒ اور مولانا حکیم عبدالمجید صاحبؒ سے فصول اکبری علم الصیغہ اور نحو میر صغریٰ و کبریٰ وغیرہ کتب پڑھیں۔

اسی دوران قریہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکرؒ نے دارالعلوم جامع محمدی شریف کی بنیاد رکھی۔

سب سے پہلے حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری فاضل دیوبند بطور صدر مدرس تشریف لائے۔

چنانچہ مولانا محمد نافع صاحب واپس گھر تشریف لائے اور مقامی دارالعلوم "جامعہ محمدی شریف" میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور

علم نحو میں ہدایۃ النحو۔ کافیہ الفیہ اور شرح جامی
علم فقہ میں قدوری۔ ہدایہ (اولین) وغیرہ
معقولات میں ایسا غوجی۔ مرقاۃ۔ شرح تہذیب۔ اور قطبی کا کچھ حصہ پڑھا۔

اس دوران جب جامعہ ہذا میں حضرت مولانا قطب الدین صاحب اچھالوی مدظلہ تشریف لائے تو آپ نے ان سے قطبی کا باقی حصہ اور میبذی پڑھیں۔ اور علم فقہ میں شرح وقایہ (اخیرین) اور علم بلاغت میں مختصر معانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

مولانا شیر محمد صاحب سے نورالانوار اور شرح وقایہ (اولین) وغیرہ کتب پڑھیں۔

بعدازاں ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں جامعہ محمدی شریف میں مولانا غلام احمد صاحب لاہوری کے مشہور شاگرد مولانا احمد بخش صاحب از موضع گدائی (ڈیرہ غازی خان) تشریف لائے تو ان سے آپ نے جلالین۔ شرح نخبۃ الفکر۔ ہدایہ (اخیرین) اور دیوان متنبی وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

مزید حصول علم کے لئے آپ واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے اور قریباً سات ماہ میں حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب سے مشکوٰۃ شریف حمداللہ عبدالغفور (حاشیہ شرح جامی) وغیرہ کتب پڑھیں۔

اس کے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں آپ نے موضع انی ضلع گجرات میں مشہور استاذ مولانا ولی اللہ صاحبؒ گجراتی (المتوفی شوال ۱۳۹۳ھ/نومبر ۱۹۷۳ء) کا شرف تلمذ حاصل کیا

اور مختلف فنون اصول فقہ میں توضیح تلویح، مسلم الثبوت میر زاہد ملا جلال، میر زاہد رسالہ قطبیہ میر زاہد امور عامہ اور قاضی مبارک اور شرح عقاید نسفی و مطول وغیرہ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

اور آخر ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث شریف معروف طریقہ سے مکمل کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اس مشہور دارالعلوم میں شیخ الادب و الفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مفتی ریاض الدین صاحب اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سینکڑوں طلباء کو علوم دینیہ کا درس دیتے تھے اور مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ جیل فرنگ میں قید تھے۔

مولانا محمد نافع نے مذکورہ بالا حضرات سے دورۂ حدیث پڑھا۔

چنانچہ جب آپ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپ کو سند فراغ ۳۰۵۴ سے نوازا گیا۔ یہ سند ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں حاصل ہوئی۔

آپ جب واپس وطن ہوئے تو اسی سال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں اپنے مقامی دارالعلوم جامعہ محمدی میں سلسلہ تدریس شروع کیا۔

قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد تنظیم اہل سنت والجماعت سے تعلق قائم رہا اور رد رافضیت کے خلاف کام کیا۔ پھر اس کے ساتھ تحقیقی اور تصنیفی کام کی طرف متوجہ ہوئے اور تنظیم اہل سنت کے ہفت روزہ جریدہ ''الدعوۃ'' میں تحقیقات نافعہ کے عنوان سے مختلف موضوعات پر مضامین تحریر کیے۔

اسی دوران آپ نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے ماہنامہ ''الفاروق'' کے لئے بھی کئی مضامین مختلف موضوعات پر تحریر کیے۔

جب ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ میں تحریک ختم نبوت مرزائیت کے خلاف شروع ہوئی تو اس میں بھرپور عملی حصہ لیا اور گرفتاری پیش کی اور تین ماہ پہلے جھنگ میں پھر بورسٹل جیل لاہور میں گزارے۔ وہاں سے رہائی کے بعد اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا احمد شاہ صاحبؒ بخاری کے مشورہ اور ہدایات کے موافق کتاب ''رحماء بینھم'' کے موضوع پر تحقیقی کام کرنے کے لئے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔

تالیفات

۱۔ مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین

۱۹۳۵ء/۱۳۷۱ھ میں قادیانیوں کے ایک مشہور مجلہ "الفضل" لاہور نے ایک مستقل نمبر "اجرائے نبوت" پر شائع کیا تو اس کے جواب میں آپ نے "مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین" کے نام سے کتابچہ شائع کیا جس میں مرزائیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا۔

۲۔ حدیثِ ثقلین

مشہور حدیث شریف...... ترکت فیکم الثقلین...... الخ پر بحث کی ہے اور "کتاب اللہ و سنتی" کے الفاظ والی روایت کی اسانید کو جمع کیا ہے اور دونوں روایات پر عمدہ مواد جمع کر کے تحقیق ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۳ء/۱۳۸۳ھ میں تالیف کی گئی۔

۳۔ رحماء بینھم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خصوصاً خلفاء اربعہؓ کے باہم ربط و اتفاق کے سلسلہ میں "رحماء بینھم" کے نام سے پہلی کتاب حصہ صدیقی ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ میں تالیف کی گئی۔ دوسری کتاب حصہ فاروقی ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ اور تیسری کتاب حصہ عثمانی ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ میں تالیف کی گئی۔

اور ان ہر سہ جلد میں خلفاء اربعہؓ کے باہمی تعلقات نسبی کے علاوہ محبت و اخوت کے باہمی روابط کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب "رحماء بینھم" ایک مشہور علمی تحقیقی تالیف ہے۔ اس کتاب سے مؤلف کے کئی ہم عصر جید علماء نے استفادہ کیا۔ مثلاً مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنی کتاب "تکملہ فتح الملھم فی شرح المسلم جلد سوم میں اس کتاب کے اقتباسات نقل کئے ہیں اور حوالہ جات دیئے ہیں جس سے اس تالیف کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مسئلہ اقربا پروری

یہ کتاب ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر معاندین کے اقربانوازی کے طعن کے جواب میں تالیف کی گئی۔

یہ کتاب رحماء بینھم حصہ عثمانی کا ایک تکملہ ہے۔

۵۔ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ

یہ کتابچہ ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں تالیف کیا گیا اور اس میں حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور ان کی اہلیہؓ کے مختصر کوائف کے علاوہ ان کی اسلام میں خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعدازاں دوسرے ایڈیشن میں یزید بن ابی سفیانؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کے تذکرہ کا اضافہ کیا گیا۔

۶۔ بنات اربعہؓ

اس تالیف میں کتاب وسنت اور جمہور علماء اہلسنت وشیعہ کی مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے چار صاحبزادیاں تھیں۔

یہ تالیف ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں چاروں صاحبزادیوں کے متعلقہ حالات وسوانح کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۷۔ سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ

اس تالیف میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حسب ونسب کے علاوہ آں جنابؓ کی غلو عقیدت اور تقصیر شان سے بالاتر ہو کر صحیح سوانح حیات لکھنے کی سعی کی گئی ہے اور مختلف شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

یہ تالیف ۱۹۸۸ء/۱۴۰۹ھ میں مکمل ہوئی۔

۸۔ سیرت سیدنا امیر معاویہؓ

صفر ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی ہے۔

ایک جلد میں سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کی سوانح حیات اور اسلام میں ملی خدمات

کا ذکر ہے۔

جبکہ دوسری جلد میں معاندین کی طرف سے آپ پر وارد کردہ تقریباً اکتالیس مطاعن کا مسکت جواب تحریر کیا گیا ہے۔

۹۔ فوائد نافعہ

رجب ۱۴۲۰ھ/ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں یہ کتاب دو جلدوں میں تالیف کی گئی۔

پہلی جلد میں عام طور پر ''دفاع عن الصحابہؓ'' کا مضمون مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں حضرات حسنین شریفینؓ کی سوانح حیات کو مرتب کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان حضرات کی شہادتوں کو صحیح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائے گرامی حضرت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتھم عالیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْن، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

اس پُر آشوب دور میں جہاں شعائر اسلام کا استخفاف و استحقار اور امورِ دین سے اعراض و انکار روزمرہ کے مشاغل بن گئے ہوں اور دینِ متین داخلی و خارجی فتنوں سے ہمکنار ہو، آئے دن فتنوں کا ایک سیلاب اُمنڈتا چلا آ رہا ہو اور اہلِ باطل کی ریشہ دوانیاں اور کارستانیاں "مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْن" کی صورت نمودار ہو رہی ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تحریف و انکار کے نشے میں دنیا میں روز افزوں ہوں اور حب اہل بیت کے نام پر صحابہؓ سے نفرت و بیزاری کا بیج بویا جا رہا ہو، حتیٰ کہ اسلام کے نام پر پورا کفر مسلط کیا جا رہا ہو۔ ایسی سنگین صورتحال میں معاندین کی یہ روش کتنی دلسوز ہے کہ تربیت یافتگانِ رسول کو ہدفِ طعن و تشنیع بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے اور خلفائے ثلاثہؓ حضرات صدیق و فاروق و غنی رضی اللہ عنہم کی تکفیر و سب و شتم میں طبع آزمائی کر کے دل کی آگ بجھائی جائے۔ گویا نام نہاد محبان، شجرِ اسلام کی جڑ کاٹنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

ع چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان

اس کربناک داستان کا آغاز اس تحریک و تخریب سے ہوا جس کے پرچار کنندگان شیعہ اثنا عشری اور روافض کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر شیعی نظریات کے اولین موجد عبداللہ بن سبأ یہودی اور اس کے رفقاء تھے۔ جنہوں نے یہودیت کی شہ پر اسلامی فتوحات و ترقی کو روکنے اور امت مسلمہ کی وحدانیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے خطرناک چالیں چلیں۔ ابنِ سبأ نے سب سے پہلے نظریۂ امامت ایجاد کر کے اس کا خوب پرچار کیا اور پھر ساتھ ہی اصحاب ثلاثہؓ کی تکفیر اور ان پر واشگاف الفاظ میں سبّ و تبرا کرنے کا آغاز کیا جس کا اقرار شیعہ مجتہدین مثلاً ابوعمرو کشی، مامقانی اور باقر مجلسی جیسے لوگ بھی اپنی کتب معتبرہ میں کر چکے ہیں۔ بلکہ شیعہ

مجتہدین نے لکھا کہ "فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشیعة اَصْلَ التَشَيُّعِ وَالرِّفْضِ مَا خُوذ مِنَ الیھودیة (فرق الشیعہ، ص ۳۰، رجال کش ص ۱۰۸، تنقیح المقال ص ۸۷، بحارالانوار ص ۲۸۷ ج ۲۵، تفسیر مرآۃ الانوار ص ۶۲) یعنی یہیں سے وہ لوگ جو شیعہ کے مخالف ہیں یہ کہتے ہیں کہ شیعیت ورافضیت، یہودیت سے ماخوذ ہے"...... نیز مرزا غلام احمد قادیانی دجال بھی اپنی کتاب میں ایک موقعہ پر لکھتا ہے کہ

"میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے اُن کا مقولہ تھا کہ وباؔ کا علاج فقط تولاّ اور تبرأ ہے یعنی آئمہ اہل بیتؓ کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہؓ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا، اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔" (دافع البلاء، ص ۷) اس سے واضح ہوا کہ قادیانیت، شیعیت کی پیداوار ہے۔ جبکہ شیعیت، یہودیت کا چربہ ہے............ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

بہرحال شیعہ مجتہدین کی صراحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن سباؔ نے عقیدہٴ امامت کے ذریعے حبّ آلِ رسولؐ کا لبادہ اوڑھ کر نفاق اور تقیہ کے سیاہ و دبیز پردے میں شیعیت کی بنیاد رکھی۔ اس اسلام دشمن تحریک میں ظاہراً صحابہؓ کو موردِ طعن بنایا گیا۔ مگر اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ شیعہ امامیہ کو اصالتہً جو کچھ عداوت تھی وہ اسلام، قرآن اور صاحبِ قرآنؐ سے تھی۔ صحابہ کو موردِ طعن محض اس لئے بنایا گیا کہ قرآنِ حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے چشم دید گواہ صحابہؓ ہی ہیں، جب عینی گواہ مجروح ہو جائیں گے تو سارے دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسی لئے امام ابوزرعہؒ نے فرمایا: "اِذَا رَاَیْتَ الرَّجُلَ یَنْتَقِصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ زِنْدِیْقٌ (ابوزرعہ الرازی ص ۱۹۹، ص ۲۳۱) جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ جو صحابہؓ کی تنقیص و تردید کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے" پس اسی سبب سے ہم سمجھتے ہیں کہ فتنہٴ رفض کئی وجوہ کی بناء پر عام کھلے کفر و زندقہ سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ لیکن عوام الناس حُبِّ اہل بیتؓ کے خوشنما نعرے سے دھوکہ کھا گئے اور اہلِ تشیع کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ تصور کرنے لگے۔ یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ شیعوں کی کتب اصلیہ نایاب تھیں اور اُن کے عقائد و نظریات کا کَمَا یَنْبَغِیْ کسی کو علم نہ ہو سکا اور ساتھ ہی شیعیت پر کتمان و تقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی، ورنہ شیعہ اثنا عشریہ مذہب نہ صرف بے شمار

ضروریات دین کا منکر و مکذب ہے بلکہ اس کا کلمہ سے لے کر قرآن تک مسلمانوں سے جدا ہے۔ انہیں مسلمان کہنا خود اسلام کی نفی ہے۔ علماء امت ہمیشہ مسلمانوں کو ان کی شقاوت و ضلالت اور کفر و نفاق سے آگاہ کرتے رہے۔ مثلاً علامہ محمد بن ابی بکر العربیؒ، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ وغیرھم۔ آج سے تقریباً پون صدی قبل استاذی المکرم امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اثناعشریہ کے کفریہ عقائد مثل تحریف قرآن، عقیدۂ بداء، عقیدۂ امامت، تکفیر صحابہؓ اور قذف عائشہؓ کی بنیاد پر ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس پر مشائخ دیوبند شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا و مرشدنا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ جیسے اساطین علم کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔............................ دیکھئے۔

(ماہنامہ بینات ص ۹۳، ص ۹۴، ص ۱۷۰ تا ص ۱۷۵ کراچی۔ خمینی اور اثنا عشرہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ)

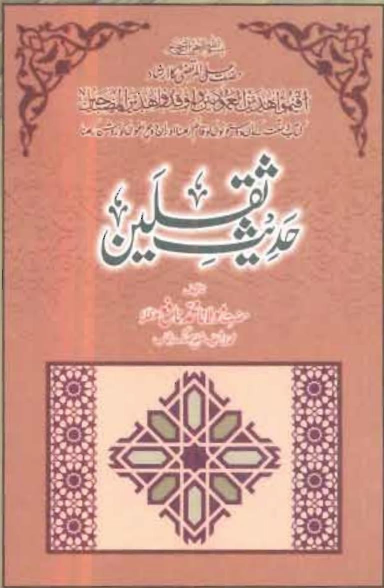
احقر بھی شیعہ عقائد کی تفصیل اپنی عربی تالیف "کشف الغواعض فی عقیدۂ الروافض" میں تحریر کر چکا ہے۔ اہل ذوق مراجعت فرمائیں۔ مگر اس کے علاوہ شیعہ سنی کے مابین نزاعی مسائل پر میں خود ایک جامع کتاب کی ضرورت عرصے سے محسوس کر رہا تھا مگر تبلیغی معروفیت کے ساتھ فرق باطلہ سے مناظروں کی مشغولیت، تدریسی امور اور دیگر وقتی مشاغل نے اس قابل نہ چھوڑا کہ اس حوالے سے کوئی ضخیم کتاب مرتب کر سکوں مگر اس سلسلے میں عالم شہیر، محقق کبیر حضرت مولانا محمد نافع صاحب ادام اللہ تعالیٰ بقاء بالخیر، نے ہر عنوان سے الگ الگ ایک جامع کتاب تالیف فرمائی ہے۔ بندہ نے ان کی اکثر کتب مثلاً رحماء بینھم (مکمل)، حدیث ثقلین، بناتؓ اربعہ، سیرۃ حضرت علی المرتضیٰؓ، سیرۃ امیر معاویہؓ وغیرہ دیکھیں اور ابھی ان کی نئی تالیف فوائد نافعہ ہر دو جلدوں کو تقریباً اکثر مقامات سے دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ موصوف نے اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ بحمد اللہ میری دیرینہ آرزو پوری ہوگئی ہے۔ بلا مبالغہ عرض ہے کہ عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے میں خود ایسی جامع کتب نہ لکھ سکتا۔ مولانا موصوف کی مذکورہ کتب میں درج شدہ دلائل ٹھوس، حوالے صحیح اور

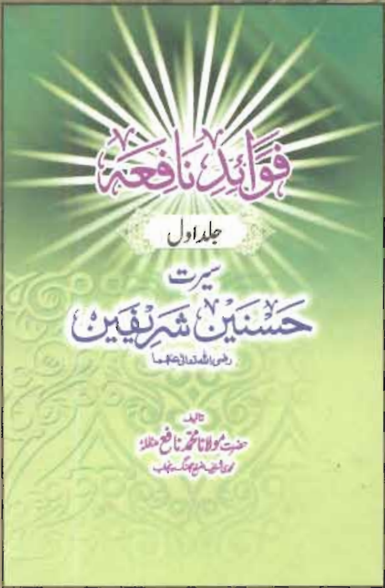
مطابق ہیں۔ ان کی تحقیق انیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ریت کے ذرات سے سونا الگ کرنا جانتے ہیں۔ فاضل محقق نے مقامِ صحابہؓ اور مقام اہل بیتؓ کی وضاحت کر کے نہ صرف مسلک حقہ کو واضح کیا ہے بلکہ روافض کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا خواب استیصال کیا ہے۔ مولانا کی تالیفات روافض خودساختہ نظریات پر ضرب کاری ہیں۔ ردمطاعن میں اُن کا اندازِ تحریر عالمانہ، محققانہ مگر مصلحانہ ہے۔ یہ کتب عقل سلیم وفہم مستقیم رکھنے والے حضرات کے لئے باعثِ ہدایت اور اہلِ باطل پر اتمام حجت ہیں...... لیھلک من ھلک عَنْ بینۃ و یحییٰ مَنْ حییّ عن بینۃ ....

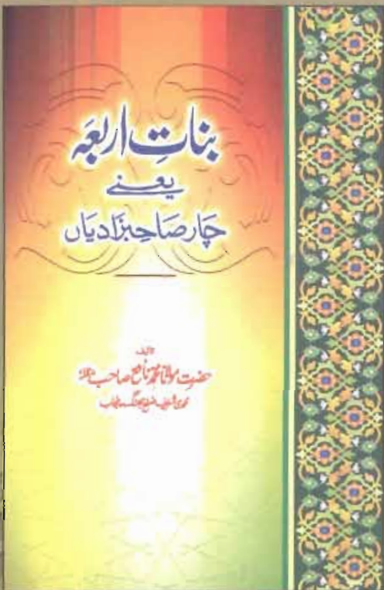
احقر اپنے حلقہ کے علماء کرام وطلباء کو مشورہ دیتا ہے کہ مذکورہ کتب سے ضرور استفادہ کریں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی یہ عظیم کاوش قبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کے لئے مثمر ونافع بنائے۔

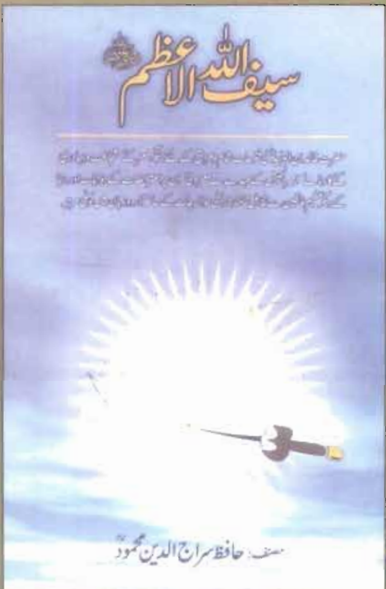
آمین یا رب العالمین

محمد عبدالستار تونسوی عفااللہ عنہ
رئیس تنظیم اہل السنۃ پاکستان)
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ









دار الکتاب
غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور